

# زنجیرِ مہم

عبدالعزیز خاں

غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز لاہور۔ حیدرآباد کے

زنجیرِ اہو

RekhtaDownload.com

باعثِ واماندگی ہے عمرِ فرصت جو مجھے  
کر دیا ہے پابِ پنجہ شرمِ آبِ بوجھے

غالبؔ



زنجیرِ امیر

عبد الغنی خاں



شیخ غلام علی اینڈ سَنز پبلشرز

لاہور • حیدرآباد • کراچی

منتخب  
میں  
۱۰۰



جملہ حقوق بحق شاعر محفوظ

مطبع :

طابع : شیخ نیاز احمد

مطبع : علمی پرنٹنگ پریس لاہور

پہلا قسط : جولائی ۱۹۶۰ء

بار دوم : اپریل ۱۹۶۵ء

بار سوم : مارچ ۱۹۶۶ء

ناشرین

شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز

ادبی مارکیٹ - چوک انارکلی - لاہور

# فہرست

- ۱۔ نوائے شوق ۱۱
- ۲۔ صریح خامہ ۱۹
- ۳۔ اغتیار ۲۱
- ۴۔ آج ۲۳
- ۵۔ اے خاک کے پتے ۲۵
- ۶۔ کنارِ راوی ۲۷
- ۷۔ مغنی ۳۰
- ۸۔ نقشِ دوام ۳۱
- ۹۔ میرے ہمدم! ۳۲
- ۱۰۔ رُخسہ صحرا ۳۳

- ۱۱ - دل زندہ ۳۶
- ۱۲ - مہراں موج ۳۸
- ۱۳ - خاکستر پروانہ ۴۰
- ۱۴ - ایک سوال ۴۵
- ۱۵ - سوختن کا باب ۴۸
- ۱۶ - صلا ۵۰
- ۱۷ - شیخ سر عبدالقادر کی وفات پر ۵۲
- ۱۸ - سودائے خام ۵۵
- ۱۹ - میلاد ۵۷
- ۲۰ - سفر ۵۹
- ۲۱ - زندگی اے زندگی ۶۱

## متاع بردہ

- ۲۲ - معمار ۶۲
- ۲۳ - عیش رفتہ ۶۷
- ۲۴ - مرغ پرستہ ۷۰
- ۲۵ - سیاس ۷۱
- ۲۶ - نگاہیں ۷۲
- ۲۷ - اعجاز ۷۵



۲۸ - انتظار ۷۷

۲۹ - یگانہ ۷۹

۳۰ - رخصت اے بزمِ جہاں ۸۰

۳۱ - بانگِ رحیل ۸۲

۳۲ - یہ گھڑی محشر کی ہے ۸۵

۳۳ - پیام ۸۶

۳۴ - سکوتِ شام ۸۸

۳۵ - وقت ۹۰

۳۶ - سرودِ نو ۹۲

۳۷ - اسلامیہ کالج لاہور ۹۵

۳۸ - تذکرۂ شوق ۱۰۲

۳۹ - غزاںِ رسیدہ چمن میں ۱۰۶

۴۰ - گیند ۱۱۲

## چین و لاجپن

۴۱ - دیوارِ چین ۱۱۳

۴۲ - اوسط زریں ۱۱۹

۴۳ - مکافات ۱۲۱

۴۴ - یہ زندگی ۱۲۳

۴۵ - بُود و بُود ۱۲۴

- ۱۲۹ - ۴۶ - راہ و رسم مزہا
- ۱۳۶ - ۴۷ - آسودگی
- ۱۳۹ - ۴۸ - احساس
- ۱۵۱ - ۴۹ - پابند رہے گا پاکستان
- ۱۵۶ - ۵۰ - آئینہ
- ۱۶۲ - ۵۱ - سال نو
- ۱۶۸ - ۵۲ - مکالمہ
- ۱۷۳ - ۵۳ - اوّل شب
- ۱۷۸ - ۵۴ - رانی باغ (حیدرآباد)
- ۱۸۲ - ۵۵ - درغنہ خوان جوانی
- ۱۸۷ - ۵۶ - واسوخت
- ۱۹۲ - ۵۷ - ذکر و منکر
- ۲۰۳ - ۵۸ - بہار و غزاں
- ۲۰۶ - ۵۹ - اختر شناس
- ۲۱۷ - ۶۰ - پسند دانا
- ۲۱۹ - ۶۱ - الف ، ب
- ۲۲۱ - ۶۲ - خوشناروانی عمرے کہ در سفر گزرد

## غزلیں

۲۲۶ - ۶۳ - نشاطِ نغمہ بھی ہے مستیِ خار بھی ہے

- ۲۲۸ - ۶۴ - وہی اندازِ جانِ گزراں ہے کہ جوتھا
- ۲۳۰ - ۶۵ - تقاضائے دل و جاں کا کہیں دریاں نہیں ملتا
- ۲۳۲ - ۶۶ - فرازِ کہکشاں سے اک ستارہ سونے بام آیا
- ۲۳۴ - ۶۷ - بوسے نسیم سے کبھی بادِ شمال سے
- ۲۳۶ - ۶۸ - اک غم نصیب کو ترے غم سے مفر نہیں
- ۲۳۸ - ۶۹ - اس چشمِ مے گسار کی آہستہ نغمگی
- ۲۴۰ - ۷۰ - حُسنِ مغرور بھی ہے مایل بھی
- ۲۴۲ - ۷۱ - پھر ترے آستیاں پہ لے آئی
- ۲۴۴ - ۷۲ - اے چین آرائے شوق
- ۲۴۶ - ۷۳ - گردشِ سیارِ گاہ دورِ زمان و مکاں

## غبارِ خاطرِ صحرا

- ۲۵۱ - ۷۴ - دستِ صبا نے کھولا نشورِ صبحگاہی
- ۲۵۵ - ۷۵ - اس معرضِ فنا میں، اُمیدِ رستگاری
- ۲۵۹ - ۷۶ - تابِ مقاومت سے تائیدِ دلِ گزاری
- ۲۶۵ - ۷۷ - ظلمتِ سرائے شب سے جلوہ گرِ سحرِ تنک
- ۲۷۰ - ۷۸ - گہوارے علم و فن کے، تہذیب کے مدائن
- ۲۷۴ - ۷۹ - آتی ہے موجِ وحشت بادِ صبا کی رو میں
- ۲۷۹ - ۸۰ - فرہنگ و فہم کو تھی کیا کیا نہ خوش گمانی



۲۸۶ - ۸۱ - برسوں سے پھر رہے ہیں دیوانے دشت و دریں

۲۹۰ - ۸۲ - خاکردگانِ رم کی وحشت کا امتحاں ہے

۲۹۴ - ۸۳ - یہ لختِ لختِ دل ہے مجموعہٗ غرائب

۳۰۰ - ۸۴ - اے مطربانِ خوش گلی، اے ساقیانِ مروش

۳۱۰ - ۸۵ - اے طالبِ تماشا، دل ہو اگر فسرده

۳۱۹ - ۸۶ - ریختہ



# نوائے شوق

روح سرود و سخن — خواب و خیال و فغاں  
سینۂ صد چاک سے فیض کے سوتے رواں

اشکِ جگر تاب سے لوح و قلم کا فروغ  
خونِ رگِ تاک سے روشنیِ گلستاں

فکر و نظرِ صوفیاں حدتِ احساس سے  
جوشِ فنی ناب سے گردشِ رطلِ گراں

شہپر ادراک کو کرتی ہے انداک رس  
جو دل مضطرب میں ہے کاہش سوز نہاں

جو ہر تخلیق ہے بادۂ مینا گداز  
ہر نظر اک ابتلا، ہر نفس اک امتحان

اک ازلی التباب، اک ابدی اضطراب  
مبدأ قیاض سے قسمت آزادگاں

سختی دشت و دیار، صدقِ طلب کا غبار  
راہ تمنا میں ہے ہر قدم اک ہفت خواں

ریشہ خاشاک و خس دوش صبا پر سوار  
پنجہ گرداب میں کامِ صدف خوشچکاں

پاتے خضر کے لیے راحت منزل نہیں  
بال ہما کے لیے شاخ نشیمن کہاں؟



نجدِ تنخیل میں یوں زمزمے آوارہ ہیں  
دشت میں بھٹکا ہوا جیسے کوئی کارواں

سینۂ بیتاب میں ولولوں کا اہستہ تراز  
ولولے جن کا غبار، گردِ رہِ کہکشاں

حیرتی بن کر تکیے موجِ سموم و سراب  
رنشِ غماں تباب کا کوئی نہیں ہم غماں

فکرِ صبا تک پہ ہے عرصۂ آفاق تنگ  
کیسے مستحید رہے جذبِ دلِ بیکراں؟

مجلۃ الفاظ میں شاید معنی مستحید  
غالیہ مَو، شعلہ رُو، عربہ جو، بے قرار

پردہِ فطرطاس میں زمزموں کا ارتعاش  
منتظرِ مومنِ خال و خط و پود و تار

رہتے ہیں محوِ سفر، متافلہ ہائے خیال  
دیں ہو پردیس ہو، آبلہ پا، دلِ فگار

کارگہِ ذہن میں کشتہِ ذوقِ نمود  
حکمت و فن کے صنم، شعر و ادب کے نگار

بادۂ سرجوش ہے ناز و نیازِ جمال  
محفلِ جانانہ میں کوئی نہیں ہوشیار

چشمکِ برق و سحاب، جلوۂ ماہ و نجوم  
شعلہ لبِ جوتبار، چشمہ سر کو ہسار

دردِ شکست و طلب، سوزِ طلوع و غروب  
سکر و سرور و خمار، زہرِ غم انتظار!

ایسے کئی راز ہیں مضطرب و پریشان  
ایسے کئی ساز ہیں مرتعش و نغمہ بار

مہلتِ یک دو نفس کم ہے مگر مغتنم  
منکر کی اقلیم میں چھوڑوں کوئی یادگار

کالبدِ شعر میں شورشِ جاں پھونک دوں  
پیکرِ الفاظ میں بھر دوں طلسمِ بہار

صفحہٴ تخلیق پر ثبت ہوں میرے نقوش  
جذبِ دروں کو کروں اس طرح آئینہ کار

چشمِ جہاں خیرہ ہو جس کی چکا چوند سے  
دُوب کے پیدا کروں ایسا درِ شاہوار

رُوکشِ مہتابِ شب، غیرتِ خورشیدِ صبح  
بادِ فروشِ چمن جس کی پھبن پر منشار



دُور ہو جس سے مری فرقتِ شامِ الم  
نالہ شبگیر ہو جس سے مرا کامگار

لختِ دل روز و شب، نازشِ عمر رواں  
خالہ آشفستہ کا، نادرہ فن شاہکار!

اے تپش آموزِ دل، اے سخن آموزِ لب!  
اے کہ ترا حرفِ کُن، آدم و حور و خیام!

اے کہ ترے ناز سے رونقِ بزمِ شہود  
اے کہ ترے ساز سے نغمہ صبح و شام

تیری مشیت سے ہو ہم نفسِ آفتاب  
شمعِ تنکِ تاب ہے میری تمنائے خام!

صاحبِ افکارِ بکر، بسکہ ہے آشفۃ فکر  
راحد و زاد کا، کر نہ سکا اہتمام

خادمِ خدامِ فن، سرِ خوشِ آلامِ فن  
شکوہ طرازِ خواص، شکر گزارِ عوام

ایک یشتاں بڑوں میں، کرمی نے کو عطا  
حدتِ مہرِ مبیں، خنکی ماہِ تمام

رگزرِ وقت میں رہرو گم کردہ راہ  
تارِ نظرِ نارسا، موجِ نفسِ بے خرام

کس سے کہوں حالِ دل؟ کون ہے پرسانِ حال؟  
کس کو ہے ذوقِ سخن؟ کس کو ہے فہمِ کلام؟

منزلِ فنِ دور ہے، عظمتِ فنِ دور تر  
ابوئے دشتِ ہنر، ہوتا ہے مشکل سے رام

مندِ عظمت پہ ہیں خُونِ جگر کے نشان  
شہرتِ جاوید ہے ثمرۂ سوزِ دوام

درگہ اُمید میں ، میں ہوں غریب و فقیر  
میری متاعِ حقیر ، پایۂ تضحیکِ عام

جس نے لگا رکھی ہے میرے رگڑے میں آگ  
ہو گا وہ سوزِ دروں جانے کب آسودہ کام؟

وادیِ غربت میں ہے ، چاک گریباں مرا  
آہ سوارِ وطن ، منظر و گلگشت و بام!

گرچہ ہے قبلہ نما پھر بھی ہے کفر آشنا  
یہ دل بے مدعا ، بسندۂ دینار و دام!

خالقِ شام و پگاہ ، ایک کرم کی نگاہ!  
پھرتا ہوں میں بے کلاہ ، تاجِ بقاتے دوام!



## صریرِ خامہ

رہین زر نہیں فنِ کار کی ہنرمندی  
سفارشات سے سوزِ نہاں نہیں ملتا

کنارِ بحر پہ غواصِ رُو بہ قبلہ ہے  
کہ بے دُعا گھرِ شایگان نہیں ملتا

شکستِ نشیئہ دل کی صدا نہیں ہوتی  
فسادِ زحسمِ جگر کا نشان نہیں ملتا

کوئی مقام بھی ناممکن الحصول نہیں  
کوئی مقام بھی بے امتحان نہیں ملتا

RekhtaDownload.com



# اختیار

یہ پُر اسرار و نگاریں کائنات  
 ہے اک ایسی رنگ بھومی کی طرح  
 حسبِ برگ و ساز تا چینِ حیات  
 ہر کوئی جس میں اداکاری کرے  
 اب یہ اس کے ذوق پر ہے منحصر  
 بے دلی سے بھیس بھر کر سوانگ کا  
 سر دھنے، شکوے کرے، آہیں بھرے  
 یا نشاطِ زیت کا افسانہ خواں



داستاں گو، ہرچہ بادا باد، کا  
 اس کشاکش کو سمجھ کر ناگزیر  
 خامشی سے، تمکنت سے، صبر سے  
 سہل و صعب اچھے بُرے ہر پارٹ کو  
 حُسن کارانہ شعور و شوق سے  
 وہ ادا کرنے کی عادت ڈال لے!



# آج

ہر رات سنا جاتی ہے پیغامِ وداع  
 ہر صبح نیا سورج ہوتا ہے طلوع  
 ہر روز ہم اک نیا جنم لیتے ہیں !  
 افسانہ و افسوں تھے کہ یا وجد و سماع  
 بیتے ہوئے لمحوں کا سہارا جھوٹا  
 ہم آج سے کرتے ہیں نیا دور شروع  
 ماضی کے صنم خانے کا ہر نقشِ عزیز  
 ہر منظرِ مانوس و رواقِ مطبوع

یوں آج پرایا سا نظر آتا ہے  
 اپنی نہ رہی ہو کبھی جیسے یہ متاع  
 کیا کیف گزشتہ ! کیا خمار رفتہ !  
 تیرے زکماں بختہ ، گتے لیل و نہار  
 اک برگ خزاں دیدہ ہے ماضی کا دیار !  
 جو کچھ ہے یہی آج ہے اسے سینہ فگار !

---





# اے خاک کے مُتے!

اے خاک کے مُتے کبھی اپنے پہ نظر کی؟  
 کس قطرۂ ناچیز سے تخمیر ہے تیری؟  
 کر چھان پھٹک پہلے حجاباتِ خودی کی  
 پھر پوچھ ہر اک شے سے طلسماتِ خدائی  
 پہلے تو سمجھ، سوچ، پرکھ اپنی حدوں کو  
 برقِ دل تیرہ کو، اجال اپنی ثنوں کو

پھر بھینچ کفِ دست میں تاروں کی لووں کو  
 تقدیر کو دے مات، کرا فلاک کو تسخیر  
 ستیار و ثوابت پہ اڑا رفرفِ تدبیر  
 مہتاب کی وادی کو بنا روکشِ کشمیر  
 ہر طاقِ منور کر، ہر کوچہ مصوّر  
 ہستی سے عدم کی طرف آہستہ سفر کر!



# کنارِ راوی

نگارانِ لاہور کی شوخیِ ناز تو بہ !  
 چلکتی نگاہوں کے وہ بسمل انداز تو بہ !  
 جہانگیر کا مقبرہ رودِ راوی کی موجیں  
 ہزاروں دلوں کی جواں داستانوں کی ہمراز ہیں  
 — وہ ہوس پوش عشق و محبت کی راتیں  
 وہ خوابیدہ گھاتیں وہ دزدیدہ باتیں



وہ آشوبِ عالم نگاہیں کبھی جی سے گنجینہ جہاں و دل ٹٹ گیا تھا

سرِ رگِ زورِ انفاقاً ملیں

تو ملامت سے لبریز، مشکوہ بلب تھیں :

پچھلی بہاروں کی بھگی راتوں میں

ہسم راوی کے کنارے تنہا

عالم و اہل عالم سے پوشیدہ

لذت و مستی کے موتی چھتے تھے

چاند کا افسوں، رات کا جادو

گیلی ریت کی سوندھی سوندھی خوشبو

گھاس کے ادرے، ٹھنڈے سہانے بستر پر

کہنی کے بل لیٹے

پھولوں اور بوسوں کی بارش سے

دوش و کمر پر لہراتی زلفیں

کنج گلستاں بن جاتی تھیں !

پھر راوی کے کنارے سے

بادِ صبا کا اک البسیلا جھونکا

لایا ہے مُزردہ ، آمدِ فصلِ گل کا  
 پھول بھری ، لچیلی شاخیں  
 کھیل رہی ہیں آنکھ بھولی !  
 چاند کی مدد مانی کرنوں سے  
 آج کی رات قد آدم آئینے کے آگے  
 کون حسینہ ، اپنی مشکینہ زلفوں سے  
 سالِ رواں کے پھولوں کو بچتی ہے ؟

---



# مُغنی

کیا مے نہیں حِیامِ ارغواں میں؟  
 جب آپ شرابِ کَمِ تَشِیں سے  
 سرمستِ سرور ہو رہے تھے  
 یٰں ایک طوفِ بصدِ تمسنا،  
 بیٹھا ہوا گیت گاتا رہا تھا!





# نقشِ دوام

نواگر کی نوائے سیدہ امروز  
 سخن ور کے قلم کا سحر سیال  
 وہی تاثیر ہے ان میں وہی سوز  
 وہی جیت ہے وہی مستی وہی حال  
 وہی آہنگِ دلدارِ شب و روز  
 بدل جاتے ہیں صدیوں میں مہ و سال!



# مرے ہمدم!

طوفاں کے تھپیڑوں میں رہا میں  
 زحمت کش انتظار تیرا  
 تو میرے لیے کنارِ ساحل  
 ٹھہرا تو بمشکل ایک لمحہ!

تھی میری نظر میں ذات تیری  
 گنجینہٴ اعلیٰ و زر سے بڑھ کے  
 لیکن مجھے تو نے بیچ ڈالا  
 اک مُشتِ حقیرِ خُش کے بدلے!



## دُستِ صحرا

شام و سحر کا پگھلتا سونا  
 میٹھا گرم گھنیرا بادِ  
 عشق انگیز شکر آبِ  
 جوت جگاتی، چشم پر فن  
 یہ جسانی پہچانی خوشبو  
 کھیت کنوارے، فصل سہاگن  
 یہ رمنے کہساروں کے، یہ  
 چنسی بنجارے اپنے ہیں



موجِ نفس سے جن کے چراغاں  
 نقشِ قدم سے جن کے بہاراں  
 عرش سے بھاری پھول سے ہلکے  
 خاک پہ چلتے پھرتے انساں  
 یہ سب نظارے اپنے ہیں  
 سینہ کوہ سے رستے جھرنے  
 عشرتِ خیز ایسے نغمے  
 پھلیں کرتے پنکھ پھیرو  
 مددِ متوالی مست اڑائیں  
 چرواہوں کی رسیلی تانیں  
 ہاتھ میں پکڑے تیسرے کمانیں  
 اپنا مسکن ہیں یہ چٹانیں  
 بھگی بھگی گھاس بچھونا  
 رنگِ آفت سے ، عکسِ شفق سے  
 پگھلی چاندی ، بہت سونا

قدرت کے ان نظاروں سے  
 ان پھولوں سے ان تاروں سے

اے دُختِ مہتابِ صحرا!  
 تیسری طبیعت کو رغبت ہے  
 تو یہ دوئی کے پردے کیسے؟  
 انبر انبر نکھرے نکھرے  
 رین نظارے بکھرے بکھرے  
 روپ بدل کر بنتِ عنب کا  
 بن کے نشہ صہبائے طرب کا  
 نجسمِ سحر کا، کوکبِ شب کا  
 دُنئیائے احساس پہ چھا جا  
 پسو میں دل بن کے سما جا!  
 اے لالہ شادابِ صحرا!

---



## دلِ زندہ

نہیں کاغان و ہمالہ کے مناظر بھی مثیل  
دلِ زندہ کے مچلتے ہوئے ارمانوں کے  
اک طرف صفتِ ترصیعِ حنداوندِ جلیل  
اک طرف معجزے اہل ہنر انسانوں کے!

میری آنکھیں بھی ہیں سرچشمہِ خونابِ رواں  
ان کا آغوش بھی گہوارۂ کنہار و چناب  
آسماں پوش مری آہِ شبانہ کا دھواں  
ان کا دامن بھی ہے جولانگہِ رہوارِ سحاب



ان کی فطرت سے ہے نیرنگی قدرت کا ظہور  
 نشہ میرا نہیں ممنونِ خرابات و سبُو  
 کوہِ آوند کہ ہوں قاف کے برج و بارو  
 اپنی جہروت کے باوصف جہادِ مجبور

برگِ نئے، دستِ صبا، شعلہٴ طور، آتشِ گل  
 تذکرہ زہد و ورع کا، ہوسِ مطرب و مَل  
 پاسِ پیمانِ وفا، صحبتِ یارِ سرِ پُل  
 ایک مجموعہٴ تضاد ہے یہ نادرہ کار  
 دل کہاں اور کہاں سلسلہ ہاتے کہسار  
 سنگِ یخ بستہ پہ ہے جن کی فضیلت کا مدار!

# مہران موج

آہوئے آوارہ کا انداز رم آتا ہے یاد  
 شاہدان سندھ کی حیرت فریفتہ ہے بلا  
 چاندنی راتوں میں مر سیمائے کنار رود سندھ  
 کرتے ہیں بزم ثریا کو نظر گاہ حیا  
 اک بت سندھی نے ہم کو بھی نبھایا کچھ دنوں  
 ہم مگر طویل عرصہ دل کو نہیں رکھتے روا  
 گرچہ خاطر خواہ تھی زخمِ تمسک کی فحاش  
 دل سلامت تھا بحمد اللہ سلامت ہی رہا!

ایک ذوقی چیز ہے از بسکہ تحسینِ کلام  
 قدرداں مشکل سے ملتا ہے دُرِ شہوار کا  
 جنس کا سربن کے آتے ہیں جہانِ زار میں  
 خوگرِ نالہ نہیں لیکن فستیرِ بے نوا  
 ہم تمنستِ کوش ویکھیں گے مالِ آرزو  
 کارواں اپنی اُمنگوں کا رواں ہے بے درا!



# خاکسترِ روانہ

آیہ تو مہینق ہے وجدان کیا عرفان کیا!  
یمن عشق لا ابالی ہے دلِ خونیں نوا!  
ارتقاعِ فن سے مٹ جاتا ہے محرومی کا درد  
منکرِ فردا، حسرتِ دو شبنہ، تصدیعِ خمار  
چشمِ خونناہِ فشاں کے فیض سے اکثر ڈھلے  
شاہدِ ایامِ گل کے جذبِ رنگا رنگ میں

لفظ و معنی کے طلسمات شگرف آہنگ میں  
 آفرینش ہے مداوا آگہی کے کرب کا  
 جذبہ تخلیق ہے تفتیدِ خلق کبریا  
 فن کے فانوسوں سے روشن ہے گزرگاہِ فنا  
 جس طرح قندیلِ رہبانی سے صحرا شام کا  
 یا بُتِ آئینہ سیما سے خراباتِ مغاں  
 یا دلِ لالہ کے داغوں سے فضائے گلستاں  
 اس طرح ایام کے گرداب میں سوتا ہے فن  
 جوہرِ آتش نہاں جیسے ضمیرِ سنگ میں  
 جیسے آغوشِ صدف میں ابرِ نیساں کا فشار  
 ساغر و مینا میں مستی، عود و بربط میں نوا  
 مدتوں وقفِ تپش رہتا ہے دل فنکار کا  
 جب کہیں جا کے پر پروازِ بسمل سے بڑھے  
 کارواں گاہِ جہاں میں، گرمی بازارِ شوق  
 جل اُٹھیں فکر و نظر کے آگہوں نقش و نگار!

دل ہے پہلو میں مرے اک قافلہ سالارِ شوق

والہامہ نو خیال و تازہ کار

اک بیابان لالہ کاری ، اک نیستان آرزو  
شعلہ و شش ، متانہ ، آوارہ ، تماشا آشنا  
ایک قطرہ خوں پر افشانی سے دریا آشنا  
نامرادانہ ، پریشاں ، بے قرار

وقفِ اندوہ تمنا ، رہنِ ذوقِ جستجو  
برگِ برگِ اوراقِ محسوسات کا شیرازہ بند  
میرتی حسنِ بیاں ، سودائی منکرِ بلند!

ماہِ نخب کی طرح جو کرمکِ شب تاب ہیں  
ہیں وہ بے تہ فیض پروردِ سپہرِ دوں نواز  
ایک میں ہوں شعروِ نغمہ کی مے سرچش سے  
کلبہِ احزاں کی خلوت میں رہیں سوز و ساز  
یہ مرا سامانِ ذوق !  
یہ مرا طغیانِ شوق !

زندگی ان کے لیے

شاہد و شمع و شراب و نقرہ و کمخواب ہے



اک نخمستان بادہ ، اک تاتار مشکِ ناب ہے

زندگی میسر لیے

اک نگارستانِ نغمہ ، اک خیالستانِ حُسن  
ذوقِ پروازِ خیال و شوقِ پیچ و تاب ہے !

سہ نوشتِ لوح کا عنوان مبہم ہے تو کیا ؟  
عالمِ اسباب کا شیرازہ برہم ہے تو کیا ؟  
موقفِ سہ کھینچتا ہوں پردۂ قرطاس پر  
چند خاکے ۔ سوزناک و نامتام و مختصر  
گو کہ ان خاکوں کے تار و پود میں ہے خونچکاں  
اک جہانِ آرزو یعنی دلِ بے خانماں  
سُرخِ عنوان میں خونِ دل کی آمیزش بھی ہے  
رشتہٗ تارِ نفس ہے شعلۂ آوازِ نئے  
حاصلِ آشفستگی لیکن یہی خاکے تو ہیں  
برگ و بارِ نخلِ سال و سن یہی خاکے تو ہیں  
کسبِ آب و تاب کر کے آتشِ سینا سے کیا

یہ نہ ہوں گے روکشِ انوارِ شمسِ بازغہ ؟  
 ان کے جادو سے غمِ دُنیا کو بہلاتا ہوں میں  
 عرصۂ ایام کو خوشبو سے مہکاتا ہوں میں  
 ایک دن ہوں گے یہ خاکِ مایۂ صد کہکشاں  
 تختۂ گلزار ہو گی مشتبِ خاکِ رایگاں  
 خرمینِ صد آرزو پیدا دلِ ہر دانہ سے  
 بیستوں اُبھری گے اس خاکِ تر پودہ سے !

---

# ایک سوال

صرصر وقت سے جب مشعلِ دل بجھ جائے  
کیا مرائن بھی مرے ساتھ ہی کھو جائے گا  
مرستہِ خاک میں سو جائے گا  
یا جلا بخشنے گا ایام کے ایوانوں کو؟

لوگ آتے ہیں تڑپتے ہیں چلے جاتے ہیں  
ان کے بعد آتے ہیں جو لوگ پرکھتے ہیں نہیں  
یا انہیں فقرِ مذلت میں گرا دیتے ہیں  
یا انہیں رفعتِ افلاک عطا کرتے ہیں



دیکھیں اس محنتِ خود سوز سے کیا حال ہو؟  
 بیٹھے بیٹھے کبھی دل میں یہ خیال آتا ہے  
 ہم مرے جذبہٴ تخلیق بھی مر جاتے گا  
 یہ مگر خام خیالی ہے دلِ ناداں کی!

پھول مَر جاتا ہے اک، غنچے کتنی کھلتے ہیں  
 کبھی رکتی نہیں امواجِ یَم کون و مکان  
 بوڑھے جاتے ہیں، جوان آتے ہیں  
 حناک اُڑتی ہے ہمار آتی ہے

ہر گھڑی خاک میں ملنے ہیں کئی بطلِ عظیم  
 تپشِ کار و وہی اور وہی رنگِ جہاں  
 کارواں رہتا ہے لمحاتِ گریزاں کا رواں  
 ایک طوفانِ بلا خیز ہے سیلابِ حیات

جس کے گرداب میں غلطاں پہنچاں  
خس و خاشاک کی صورت ہم تم

فردِ واحد کی اس آشوب میں قیمت کیا ہے؟  
نفسِ گل کی بیاہاں میں حقیقت کیا ہے؟

---

پشیمان کن

پشیمان کن

پشیمان کن

پشیمان کن

پشیمان کن

پشیمان کن

پشیمان کن

کتنے سالوں کی کسک، کتنے مہینوں کی تڑپ  
 کتنی راتوں کی جلن، کتنے دنوں کی دھڑکن

کتنی آہوں کی خزاں، کتنی انگوں کی بہار  
 کتنے نعموں کی تواں، کتنی رنگا ہوں کا خمار



## سوئے ختن کا باب

کتنے سالوں کی کسک، کتنے مہینوں کی تڑپ  
 کتنی راتوں کی جلن، کتنے دنوں کی دھڑکن  
 کتنی آہوں کی خزاں، کتنی انگوں کی بہار  
 کتنے نعموں کی تواں، کتنی رنگا ہوں کا خمار  
 بزمِ مہتاب میں چمکے گا ستارہ بن کر  
 اور ڈھل جاتے گا اشکوں سے ستاروں کا طلسم



سُکھ جائیں گے نظر کے کنول، اس سے پہلے  
کہ یہ خال و خط و رخ، پیکرِ مرمر میں ڈھلیں  
کون کہتا ہے کہ آسان ہے تخلیقِ جمال؟  
یہ تو احساسِ گدازی ہے دلِ آشوبی ہے

کلیں جس سے ہر ایک کے ہر ایک کے روبرو ہو  
 ریلوے میں ہر ایک کے ہر ایک کے روبرو ہو  
 ہر ایک کے ہر ایک کے ہر ایک کے روبرو ہو  
 ہر ایک کے ہر ایک کے ہر ایک کے روبرو ہو

# صلا

آ کہ ظلمت کدۂ دل میں چراغاں کر لیں  
 نورِ عرفاں سے دماغوں کو فروزاں کر لیں

شہرِ شوق کو پھیلا کہ ہوں سرگرم ستیز  
 اور آفتاق کی تسخیر کا ساماں کر لیں

علم و حکمت کے نوادر ہیں درِ ناسفتہ  
 ان کے لمعات سے سینوں کو درخشاں کر لیں

کب تک اغیار کی دریوزہ گرمی کا احساں  
اپنے ہی پھولوں کو پھر زینتِ داماں کر لیں

اپنے انمول گراں مایہ دہنیے کھودیں  
اور اُجڑے ہوئے گلشن میں بہاراں کر لیں

پھر سے دُنیا کو سنا دیں وہ پیامِ توحید  
مصحفِ پاک کو پھر حرزِ دل و جاں کر لیں



## شیخ سر عبد القادر کی وفات پر

چمن میں نوحہ کناں ہیں نوا گراں چمن  
بچھڑ گیا ہے مگر میرِ کاروانِ چمن؟

کہاں وہ پہلی سی شادابِ نزہت افشانی  
کہ پاتمالِ خزاں ہے بہارِ سرو و سمن

حیات و مرگ کا پیچاک حلفتہ در حلقہ  
فراغِ عرصۂ ہستی — فروغِ رنج و محن

وہ بذلہ سنج و شگفتہ دماغ و رمز آگاہ  
متاعِ نازش پنجاب و استخارِ وطن

وہ جس کے ہاتھوں نے شعر و ادب کو سینچا تھا  
وہ جس نے شاہدِ اردو کا بھر دیا دامن

وہ جس کو شاعرِ مشرق سے ربطِ محکم تھا  
وہ زندِ بادۂ دوشیںِ عریفِ بزمِ کہن

وہ یادگارِ کمالاتِ ماضیِ مرحوم !  
وہ جس کے دم سے پُرانے چراغ تھے روشن

قضا کے دستِ تم نے اسے بھی چھین لیا  
فغاں ! کہ برقی جہندہ سے جل گیا بخرمن

کہاں سے آتے گا ایسا مبصر و ناقد؟  
کہاں یہ پائیں گے ایسا ادانشناس سخن؟

مزارِ شیخ پہ ابرِ کرم کی بارش ہو  
فضائے عرش سے انوار کی تراوش ہو!

---



## سودائے خام

کتنا آزاد ہے میرا سودا  
 فناء و کم طلب و بے پروا  
 اس کو مرغوب نہیں — عیشِ جہاں  
 مستربتِ گلبدناں ، لالہ رحمان  
 ہمہ عشوہ ، ہمہ غمزہ ، ہمہ ناز  
 ہمہ خوشبو ، ہمہ جادو ، ہمہ رنگ  
 اس کو مطلوب نہیں — شوکتِ مال  
 سطوت و تمکنت و حباہ و جلال

بطِ مے ، کیسۂ زر ، پردۂ چنگ  
ہمہ شورش ، ہمہ سازش ، ہمہ ننگ

ادب آموزِ نظر ! صاحبِ الطاف و عطا !  
موجزن سینے کے اعماق میں ہے اک خواہش  
جذبِ نیرنگی حیات کی مسلسل کاہش  
ہائے یہ قفلِ طلسمات نہاں خانۂ دید !  
ہاتھ آتی ہی نہیں جس کی کسی طور کلید  
شمعِ فانوس سرا پردۂ اسرارِ بقا !  
مانگتا ہوں میں فقط تجھ سے حیاتِ ابدی  
دیکھ لے تاکہ مری چشمِ تماشا طلبی  
تیرے اس شام و سحر کھیل کا انجام ہے کیا  
ختم ہوتا ہے کہاں سلسلۂ ارض و سما !

کی سفاور و آتکے لعلت قیلل کی بلات اندر کی  
 ریت کی اعلیٰ کی ہوا کی  
 تہ لکھتے ہیں ان کی کجیت اور کجی  
 تہ لکھتے ہیں ان کی کجیت اور کجی  
 تہ لکھتے ہیں ان کی کجیت اور کجی

میلاد

سن انیس سواور ستائیس کی پندرہ جنوری کی ٹھٹھرتی ہوئی صبح  
 شبگوں قبا اور مے پچھلے پر سے گلے مل رہی تھی  
 ستارے فرازِ فلک سے خنک نور برسا رہے تھے  
 یہ ہنگامہ آبادِ عالمِ پریوں کی آغوش میں خوابِ نوشیں سے مدہوش تھا  
 ناگہاں ہاتھ غیب نے عالمِ رنگتِ بو کے یکینوں کو آواز دی :  
 خالقِ انس و جہاں کی طرف سے نویدِ بہاراں ہو تم کو  
 کہ ظلمتِ سرتے عدم سے ہم اک جانِ شیریں کو فکر و نظر کی فطانت



عمل کی رزانت، زباں کی طلاق عطا کر کے آفاق و انفس کی  
 منزل گہوں کو رواں کر رہے ہیں  
 ہویدا ہوا جمعہ کی رات یہ پیکرِ ناتواں پہلوئے فاطمہ سے  
 — وہ پہلو جہاں رود کوثر کی موج آفرینی  
 بہشتوں کی آسودہ نرمی، نعیم زمانہ کی رنگینی و انگینی  
 سب الطاف شیر و شکر ہو گئے ہیں  
 مجھے گرچہ محل و گھر کی رفاقت میسر نہ آتی ولیکن میں  
 گنج سعادت کو ہمراہ لایا

# سفر

زندگی ہے اک سفر  
ہولناک و پُر خطر  
دُوب جاتے ہیں سفینے ناگہاں  
پھیر لیتے ہیں نگاہیں بادِ باں  
بحرِ طوفاں خیز کی پہنائیاں  
جیسے خونیں پھاگ کھیلیں دیوِیاں  
کالے منتر چُونکیں جادو گزریاں  
اپنا کھین ہار — حُسنِ اتفاق

بے یقینی کے دھندلوں میں رواں  
 کارواں درکارواں  
 اپنی اپنی منزلِ موبہوم کو  
 دم بخور بے آسرا  
 پارِ لگ جاتا ہے بیڑا بعض کا  
 بعض بنتے ہیں نہنگوں کی غذا  
 سامنا ہے ایک دن اس بھرِ ہیبت ناک کا  
 ہے وہ زیرِ خاک بندرگاہ سب کا منتہا !

---



کامیاب شمع در کفایت و در لذت  
 شمع در شمع و در شمع و در شمع

نور شمع در شمع و در شمع و در شمع  
 نور شمع در شمع و در شمع و در شمع

# زندگی، اے زندگی!

زندگی! اے زندگی! ممکن نہیں تجھ سے منفرد  
 اور ہے تو موت کی آغوش، قصہ مختصر

تیرے کاٹے کا کہیں منتر نہیں دارو نہیں  
 بادۂ احمر سے بڑھ کر ہے تجھے خون جگر

تیرے افکار و حوادث بے شمار و ناگزیر  
 تیری جنبش سے جہان آرزو زیر و زبر

ہم نے مانا یہ مناظر ہیں مرقعِ حُسن کا  
کوکب و قلزم، زمین و آسماں، شمس و قمر

دامنِ فطرت ہے بیشک اک بساطِ رنگ و بو  
اور گرماتے ہیں دل کو نو بنو جلوے، مگر

ماحصل ان کا ہے کیا، جُز خوف و رنج و اضطراب؟  
آسیاتے دہریں دن رات پستا ہے بشر

حسرتیں آتی ہیں فوراً گوشمالی کے لیے  
اتفاقاً بھی اگر ہو دل سے فرحت کا گزرا!

---

تذکرہ شہید گام کروڑاوی مل سے رشتہ  
میرزا شوقی بہ الامم دعا جانتے کہیں  
رنگتہ واسے تہیہ ○ نظر رکھتے ہیں  
یہ دعا بھوکہ کوئی دیکھنے والا ہی نہیں

## مشاعِ برہ

پہلے بیت و ہر کسی کے سوا  
خوش بکھانہ تیرے ہر کوئی کو  
سچا سچا کہہ کر دیکھ کر  
نہر میں دیکھ کر دیکھ کر  
اسلامی مشاعرہ کا مجموعہ





# معمار

سحر و شام کی دیواروں میں پیہم محصور  
 بنی آدم ہیں شبستانِ ابد کے معمار  
 حسبِ توفیق کوئی خونِ جگر پیش کرے  
 کوئی دل نذر کرے، کوئی زر و مال نثار

بزمِ عالم میں کوئی پزیر بھی بیکار نہیں  
 وصلِ اشیا ہی سے محکم ہے نظامِ دوراں  
 ہر نفس لمحوں میں بٹتے ہوئے دوش و امروز  
 یہی مر مر، یہی روغن، یہی خشتِ ایواں !

روز و شب کام کرو فوقِ عمل سے سرشار  
 جذبۂ شوق پہ الزام نہ آ جائے کہیں  
 دیکھنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں  
 یہ نہ سمجھو کہ کوئی دیکھنے والا ہی نہیں

حُسنِ کاری کی مکافاتِ کیمینہ سے بلند  
 ایسی تعمیر کرو وقفِ تمنا ہو کر  
 کہ یہ ایوان ہو تصویرِ حسینِ ملکوت  
 بلکہ آرائش و تزئین میں اس سے بہتر

بے دلی موت ہے اندیشہ و پامردی کی  
 بے دلی ہمت و ناموس کی رُسوائی ہے  
 کبھی رکتے نہیں رہوارِ تمنا کے سوار  
 تم ہو جولا نگہ آفاق کی پہنائی ہے

تم سے کہتی ہے یہ ابطال کی تحریر جبیں  
 کوئی مشکل نہیں تسخیر مہماتِ جلیل  
 تم جو چاہو تو تمہارے بھی نقوشِ کفِ پا  
 ظلمتِ دشت میں ہوں رہروِ نختہ کو دلیل

لذتِ کار سے غورِ شبِ سحر بن جاؤ  
 خطِ تقدیر چلیا ہے تو کیا ہوتا ہے  
 روز و شب گردشِ پیہم میں رہو پھر دیکھو  
 پردۂ غیب سے کیا پھر نما ہوتا ہے!





## عیشِ رفتہ

شباب ، مرمیِ اصنامِ سامری فن کی  
 جنوں نواز نگاہوں سے سوز گیر نہ تھا  
 جب آرزوئے مئے کہنہ و نگارِ جواں  
 نگار خانہ بناتی ہے خانہٴ دل کو  
 تو میرے ذہن نے نظارگی کے شعبوں سے  
 حصارِ قلب و نظر کی سلامتی کے لیے

بجھا کے شہرِ تمنا کے بام و در کے دیئے  
رکا وٹیں یہ خس و خار کی کھڑی کر لیں

فضا میں ہر طرف آباد تھے پری حسانے  
کسی حسینہ کی شوخ و شریر آنکھوں میں  
طلسم ہوش رُبا تھے نشیلے افسانے  
نشاطِ بے خودی میں بارہا سرِ راہ ہے  
یہ حادثہ بھی ہوا رونا، کہ بڑھ کے بنی  
کسی کی شوق بھری ملتجی نظر گریباں گیر  
ہوئے نہ دل میں ترازو مگر نگاہ کے تیر  
زباں کو حوصلہ عرضِ مدعا نہ ہوا  
میں بزمِ عیش سے بھاگا، مہیب سرد و سیاہ  
قفس نے دی مجھے اس کنج مہرباں میں پناہ!

گزر گئے جو فرغِ بہار کے لمحے  
وہ سوز و ساز کی لذت، وہ انتظار کی آگ

نگاہِ ناز کے افسوں، لب و کنار کے راگ  
 نکل گئے ہیں جو کوسوں دیارِ حرماں سے  
 مری رگوں میں اب آثارِ زندگی آئے  
 فلک سے مجھ کو تقاضا ہے عیشِ رفتہ کا  
 مگر قفس کا یہ بیدرد خانہ بے در  
 ہے خندہ زن مرے شوقِ فریبِ ساماں پر!

---



# مرغ پر بستہ!

بام و در کی غنودہ پیکوں پر  
ابر نیساں کا رس ٹپکتا ہے  
دور جنگل میں اک عزیزی طائر  
شرقتِ غم میں سر پٹکتا ہے!

رفتہ رفتہ بساطِ عالم پر  
ظلمتوں کا نزول ہوتا ہے  
میرا دل ہے وہ مرغِ پر بستہ  
جو سر شاخ اُداس روتا ہے



# سیّاس

گُزرا ہوں کبھی پہلے بھی اس راہگزر سے  
ہر گام پہ نیرنگ و فسوں ناچ رہے تھے  
ہر سمت عیاں تازگی صبح بہاراں  
ہر موڑ نے تقدیس کے افسانے کہے تھے

خُمیازہ کشِ عجز تھے اربابِ تَمَر  
مستِ مے پندار مرے آگے نگوں تھے  
آفاق میں شرہ تھا مرے زورِ بیاں کا  
انفسِ متاثر تھے مرے سوزِ دروں سے

ناگاہ زمانے نے وہ رنگیں ورق اُلٹا  
 کرنے لگے گلف نام تمنا کے سہارے  
 وہ منظر گل تھا فقط اک خواب تماشا  
 دم بھر میں ہوا ہو گئے شاداب نظائے

یہ لوگ وہی اور وہی راہگزر ہے  
 عشرت کدہ مے مگر افسردہ پڑا ہے  
 مقتل میں زن و مرد کا بپھرا ہوا لشکر  
 سیاس کو سولی پہ چڑھانے کو کھڑا ہے

یہ لوگ غضبناک و جہول و مُستلَوْن  
 کل ہی جو مرے حُسن قیادت پہ فدا تھے  
 اس شمع شبستانِ سیادت کو بجھانے  
 سب آج سرِ شام گھروں سے نکل آتے



گریوں مجھے یہ نوار و نگونسار نہ کرتے  
 کل حشر میں اللہ سے کرتا میں گلہ کیا  
 جس شے کا تو جو یا تھا ملی دہریں تجھ کو  
 اب خلد میں اے اہل ہوس تیرا صلہ کیا؟

---

RekhtaDownload.com

# نگاہیں

رات کی سینکڑوں نگاہیں ہیں  
دن کی ہے ایک ہی ، مگر پھر بھی  
قرصِ خور کے غروب ہونے پر  
آسماں گیر تنہائی کی ردا  
سارے عالم کو ڈھانپ لیتی ہے

ذہن کی سینکڑوں نگاہیں ہیں  
دل کی ہے ایک ہی ، مگر پھر بھی  
شعلہٴ آرزو کے بجھنے پر  
زندگی کا سبُوحِ سَہِ نازک  
اک چھناکے سے ٹوٹ جاتا ہے !



## اعجاز

یوں نوا سنج ہوا راوی فرخندہ مقال  
ساتی صبحِ نخستیں نے یہ ارشاد کیا :  
مغیچو! آج سے گردش میں رہیں پیمانے!

عشق نے جب یہ سنا تو پئے تقریب وصال  
گرم جولاں ہوا جنت کے خیابانوں میں  
رامش و رنگ کے بہتے ہوئے میخانوں میں  
ناگہاں اُس نے سنی پیچھے سے جھانجن کی صدا  
ساتھ ہی موت کا تاریک ہیولے ابھرا



مرعش جس کے لبوں پر تھے سخن انجامے :  
 ”دُور ہو عشرتِ گلگشت کو برباد نہ کر!“  
 عالم یاس میں پرِ عشق نے تولے اپنے  
 دمِ رخصت یہ کہا : ”دل کو مگر شاد نہ کر

بادۂ زلیت سے رنگیں ہے ترا جامِ سفال  
 زلیت ہی اس کو یہ تنویر عطا کرتی ہے  
 گردشِ شام و سحر اس میں فسوں بھرتی ہے  
 زندگی تیری ہے وابستہ دورِ مہ و سال  
 وہ تمازت تو فقط سایۂ آشفستہ خیال  
 سایہ کی موت ہے افسردگی مہرِ منیر  
 مرے فیضان سے ہر لمحہ جواں عالم پیر  
 زالِ دُنیا مرے اعجاز سے نوشتابہ جمال“



# انتظار

زندگی ! دُنیا ! طلسمِ روز و شب !  
آخری زینوں پہ جن کے خستہ رنج و تعب  
چڑھ رہا ہوں شکوہ سنج و قصہ خوانِ صبح و شام !  
السلام اے مرکزِ جذبِ تمنا السلام !  
راہرو آواز دیتا ہے ! کہاں ہے کارواں ؟  
آگ سی بھڑکار ہی ہے دل میں یادِ رفتگاں  
آئے گا پھر نوجوانی کا وہ دورِ شادماں ؟  
وہ فروغِ شوق کا ہنگام وہ عہدِ طرب ؟  
اب کہاں آئے گا وہ رنگیں زمانہ لوٹ کر !

ان سمن زاروں میں افسون بہاراں اب بھی ہے  
 کاروانِ رنگے بُو اب بھی اُترتے ہیں، خزاں  
 اب بھی آتی ہے کسی مہِ رُوحینہ کی طرح  
 ہوں مگر میں ظلمتِ شب گیر میں گرم سفر  
 بادِ شب نے کر دیے گل سب چراغِ رہگذر  
 اے نگارِ مرگ! کب نکلے گا غورِ نیدِ سحر؟

---



# یگانہ

زندگی میں ، میں کسی سے متصادم نہ ہوا  
 کہ نہ تھا دیر و حرم میں کوئی شایان ستیز  
 فطرت و فن کے نشیمن تھے مرا گہوارہ  
 عمر بھر دب نہ سکی سرکشیِ غوئے گرین

آتشِ زلیبت کے مغرور و ہواں شعلوں سے  
 دونوں ہاتھوں کو مسلسل متواتر سینکا  
 اب یہ آتش کدہ تاریک ہوا جاتا ہے  
 میں بھی تیار ہوں گر وقتِ وداع آ پہنچا !

# رخصت کے بزمِ جہاں

پُر فسوں جھیل کے پانی کی طرح  
چُپ ، صنمِ حنائے مانی کی طرح  
احمریں ، چشمِ جوانی کی طرح  
نزدِ بہتِ باغِ جہاں تھی شاید  
نکھتِ شوقِ جواں تھی شاید  
حاصلِ عمرِ رواں تھی شاید

آج تک جس کے لیے دیدہ و دل پُر خوں ہیں

زندگی ہے کہ ویران تنیہا تر کوئی  
 شمعیں افسردہ ، مغنی خاموش  
 دل کو ڈستا ہوا سنسان سکوت  
 شب کے ستارے میں ہو کا عالم  
 اور میں بادۂ دوشینہ کی مخموری میں  
 بیتے انسانوں کو دھراتا ہوں  
 کتنے سپنے مرے اربانوں میں آوارہ ہیں  
 عمر رفتہ ہے کہ صحرا میں بگولے مضطر  
 موت کے سائے چناروں سے بکلاتے ہیں مجھے !  
 رخصت لے بزمِ جہاں ، وقتِ وداع آ پہنچا !



# بانگِ ریل

اے دلِ خستہ غم ! پہلوئے غم میں سو جا  
 دہر میں عافیتِ فکر و نظر ہے کم یاب  
 کیا کہوں زندگی یک دو نفس کی روداد  
 کامِ جاں صبر طلب، جذبِ تمنا بے تاب !

تپشِ شوق کی خونِ نابِ جگر میں تحلیل  
 کتنے مینارِ محبت کے زمیں بوس ہوئے

ظلمتِ شب سے بچھی انجمِ شب کی قندیل  
راہروِ موعِ نسیمِ راحلہ و کوس ہوئے !

سحر و شام کے مٹنے ہوئے نظاروں میں  
حسرتِ لذتِ رفت کا مداوا نہ ملا  
یوں تو پیدا تھے بہت ذوقِ نظر کے ساماں  
دید کو جس کا تقاضا تھا وہ جلوہ نہ ملا !

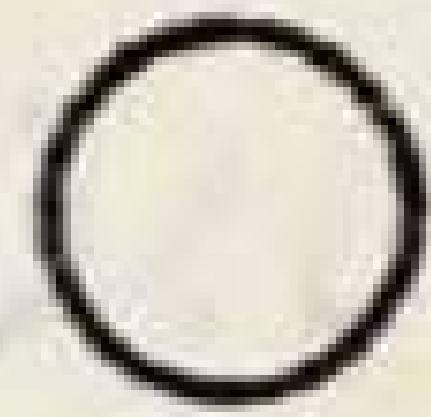
ہم نے چاہا تھا بدل ڈالیں جہاں کی ترتیب  
وہی ترتیب بعنوانِ دگر ہے کہ جو تھی  
نیم تاریک شبستاں میں سحر کیا ہوگی  
وہی بجھتی ہوئی تنویرِ شرر ہے کہ جو تھی !

خالقِ ارض و سموات کا فیضانِ جلیل  
ایک گلدستہ رنج و محن، اک تحفہ موت  
تو اگر سمجھے تو ہے گوش و نظر کی تحدید  
ہو وہ جادو گری رنگ کہ ہنگامہ صوت !

اے دل خستہ و افکار دھڑک کر ختم جا  
 اب یہ پابندی آداب کہن چھوڑ بھی دے  
 پاؤں ماندہ ہوتے، نیزنگ جہاں دیکھ چکے  
 اب ہوائے چمن اے مرغ چمن! چھوڑ بھی دے!

---





## یہ گھڑی محشر کی ہے

صور پردازو ! اُٹھو محشر کی فتنہنا پھونکو  
 اس کی گونجوں سے دلِ دشت و جبل دہلا دو  
 فتنہ آتشیں کو قریں اور فتنہ لے آؤ  
 ارضِ بریاں سے کہو اپنے دُشمنینے اُگلے  
 اے سفیرانِ فلک ! اپنے صحیفے کھولو  
 بسترِ خاک سے اے نیند کے ماتے اُٹھو  
 دل کو روشن کرو احساس کو بیدار کرو  
 یونہی کیا دیکھتے ہو کھوئی ہوئی آنکھوں سے  
 خامسکارانِ یستیں ، یومِ حساب آ پہنچا !



# پیام

عارضی موت ہے احباب کی مجبوری بھی !  
محو ہو جاتے ہیں یاروں سے خط و نماںِ افق و شش  
اور اس بیخودی سے ان کے پیامِ شیریں  
کر کے بیدار دلاتے ہیں پھر احساسِ حیات  
کیا اسی طرح کوئی سلسلہٴ اسنکی  
واسطہٴ کوئی، کوئی رابطہٴ حرف و کلام

اپنے اور عالم ارواح کے مابین نہیں ؛  
دل کے گنجوں میں اچانک جو خیال اُٹھتے ہیں  
جن میں الہام کی سی برق و شہی ہوتی ہے  
کیا وہ ہوتے نہیں پیاروں کے پراسرار پیام ؟

---

RekhtaDownload.com





# سکوتِ شام

آسمان پیراہنِ خونیں میں ہے  
دُور — مغرب کی پر افشاں ظلمتوں میں  
ڈوبتا ہے آفتاب

آسمان کی سُرخ نیلی جدولوں پر  
چند مبہم سے اشارے

چند افسانوں کے خط و خال اُبھرتے آتے ہیں  
آ رہی ہیں میرے کانوں میں یہ کس کی ہچکیاں؟  
سُن رہا ہوں کس کے دل کی دھڑکنیں؟

چاند تارے فکر میں غلطاں تمام  
رات گہری سوچ میں کھوئی ہوئی  
رنگت اور کہکشاں —

اک کشتہ حرموں کا مدفن ہے  
جہاں آنسو چمکتے ہیں  
غم صد برگ کے کھلتے ہیں پھول  
اک سکوت ناشکیبا، اک سرور سوزناک  
یہ ترے افلاک پر چھایا ہوا  
یہ تری دُنسیا پہ اُسرایا ہوا  
یہ ترانہ ہے؟ اے پروردگار جان پاک!  
یا کسی صد چاک دل کا نالہ اندوہناک؟

# وقت

وقت تخلیق کا چشمہ ، ہر چیز کی اصل ہے  
وقت کے فیض سے یہ مکاں ، لامکاں ، فصل ہے ، فصل ہے  
زندگی اک مجالِ نفس ۔ وقت کی کوکھ سے  
وقت کی گود میں

وقت پرواز ہے اس کو ذوقِ نشیمن نہیں  
وقت آزار ہے قیدِ جیب و دامن نہیں  
ہم سب اک کارواں میں جو ہے  
آسائش کی صبحِ نخستیں سے گرم سفر



حاکم وقت کے سامنے کس کو ہے تابِ پون و چرا؟  
کس جوانِ عزم کا حوصلہ وقت کو جو کے ناسزا؟  
کس لیے پھر یہ نغمے یہ نائے یہ غوغائے  
مرگ و حیات؟  
کوئی آئے کوئی جائے پر گرم رفتار ہے کائنات!

RekhtaDownload.com



## سرودِ نو

تو ابھی آشنا ہی نہیں زندگی کے بزمِ وزیر سے  
 عنفوانِ تمنا کے رنگین خوابوں کی تعبیر سے  
 تیسے سیمیں تختل کا شاہیں گرفتار ہے  
 حُسن و رُوماں کے زربار پیچاک میں  
 خال و خط کی دلاویز و سرشار قوسوں میں، خمدار  
 ہونٹوں کے افسونِ نناک میں

رنگے بوکے حرمیوں میں تیری امنگوں نے پائی ہے نشوونما  
 حلقہ زلف پہچان کے مرہون احساں ہیں افکارِ شوخ و رسا  
 سحرِ بیدار ہے احمری مرمری کائنات  
 تو سمجھتا ہے تیرے تصرف میں ہیں شش جہات  
 گردشِ جامِ نو بادِ گاہ کے علاوہ زمانے میں  
 ہیں گردشیں اور بھی  
 لرزشِ سینہ ہوشاں کے علاوہ زمانہ میں ہیں  
 لرزشیں اور بھی  
 اب تک اہرام کے طاق و محراب میں چہرہ افروز  
 ہیں خونِ معمار کی مشعلیں  
 اتنی صدیاں گزرنے پہ بھی آلِ سیزر کی فرماں  
 روائی ہے اقصائے آفاق میں

مریم زبیت - آوارہ ، آشفۃ ، غلطاں ، بخاک  
 اعترافِ شکستِ خودی - جیبِ دامن کے چاک  
 مٹ چکا سحرِ دو شینہ آثارِ عصرِ رواں اور بھی  
 آج قلب و جگر کے مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی



رایگاں جانے والا نہیں خونِ معمار کا  
 زمزمہ پھوٹے گا چیر کر سینہ کہسار کا  
 وقت آتا ہے مردہ چراغوں سے نکلے گی آگ  
 اور واماندہ ہونٹوں کے گوشوں سے ابھریں گے راگ  
 نوحہ کال، ارغواں باب اُٹھیں گے اوراقِ تاریخ کے  
 بختیاور ہے وہ جو زمانہ کے ایما کو پہچان لے !

---

# اسلامیہ کالج لاہور

الوداع اے ارض کالج کی فضاؤ الوداع  
الوداع اے زمزمہ آگیں ہواؤ الوداع

الوداع اے پھیلے پھیلے مرغزارو الوداع  
الوداع اے قصر عمرا کے منارو الوداع

الوداع اے وادی رومان پرور الوداع  
الوداع اے نقطہ انسان پرور الوداع

تیسرے رمیوں میں گزارا زندگی کا عنفواں  
بے نیازِ فکرِ دوراں ، غرقِ جامِ ارغواں

ان در و دیوار سے کسبِ غیا کرتے رہے  
فطرتِ ناپخت کی نشو و نما کرتے رہے

حکمت و دانش کی قندیلیں فروزاں ان سے ہیں  
نیم روشن نیم رُس جوہر نمایاں ان سے ہیں

چشمِ شاعرِ مایہ اندوزِ بصیرت ان سے ہے  
مستغیر و نکتہ آموزِ حقیقت ان سے ہے

سیرت و کردار کی تشکیل ہوتی ہے یہاں  
نورِ میرہ و فکر کی تکمیل ہوتی ہے یہاں

کتنے انساں علم کے سانچوں میں ڈھلتے ہیں یہاں  
کتنے ہی فرزانہ و فنکار پلتے ہیں یہاں



آدمیت کے یہاں بالغ نظر و سرزند ہیں  
کتنے ستیاکس و ادلو العزمان دانشمند ہیں

ابن آدم کی نگاہوں میں مچلتی ہے یہیں  
خود شناسی، خود نگہداری کی رمز آتشیں

ہاں وجودِ آدمِ خاکی نکھرتا ہے یہاں  
ہاں شعورِ خام و ژولیدہ سنورتا ہے یہاں

ہیلی و ریواآز کے شاداب لالہ زار ہیں  
صبحِ عشرتِ انتما و شامِ نغمہ بار ہیں

زندگی گویا شباب و شعر کا طوفان تھی  
ہر اداسے شرمیلیں غارت گر ایمان تھی

بار بار چُپ چُپ کے کی ہیں عشق نے سرگوشیاں  
وہ سکوت جانفزا وہ حسن کی خاموشیاں

کچھ عجب انداز تھا دل کے نیاز و نیاز کا  
حالتِ شوریدہ و کیفیتِ غماز کا

بستیِ معصوم اک نرم و سبک افسانہ تھی  
نوجوانی کے نشے میں ہر نظر مستانہ تھی

بے حجابانہ شفق زاروں میں کھو جاتے تھے ہم  
بے خودانہ خلوتِ جاناں میں سو جاتے تھے ہم

جس جگہ سے ہم نے پایا فیضِ سوزِ جاوداں  
جس جگہ ٹھہرا رہا چھ سال اپنا کارواں

اس گلستاں سے ہمیں حکمِ سفر ہے آج کل  
دعوتِ تعمیرِ دُنیا ہے دگر ہے آج کل

ہمدردِ دیرینہ کچھ سے آج نصرتِ ہوتے ہیں  
لا ابالی زندِ وقفِ رنِ فتنِ ہوتے ہیں

عہدِ ماضی کی حمیں یادوں کو دامن میں لیے  
اپنی بربادی کا آبادی کا یہ سماں لیے

رخصت لے مینخانہٴ علم و ہنر جاتے ہیں ہم  
زندگانی کو نواسنج فغاں پاتے ہیں ہم

قطرہ دریا آشنا و ذرہ صحرا دست گاہ  
منکر چابکدست کرتا ہے شکارِ مہر و ماہ

آج اپنی سمت کتنی راہیں وا آغوش ہیں!  
منتظرِ رندوں کے کتنے ساغرِ سرجوش ہیں!

تیری دُنیا نازِ تھی اندازِ تھی افسانہ تھی  
مطرب و ساقی تھے ہم تھے گردشِ پیمانہ تھی

آہ پر تبدیل یہ رنگِ زمانہ ہو گیا  
مدرسے سے متافلہ اپنا روانہ ہو گیا



تجھ سے وعدہ کرتے ہیں اے علم و حکمت کے حصار!  
زندگی کی دوڑ میں بڑھ چڑھ کے ہوں گے گرم ہمار

اس مقدس نام کو بخشیں گے ہم تابندگی  
سر بلندی ، سرفرازی ، شہرت و رخشندگی

ایک دن گونجے گی تیرے ذکر سے بزم وطن  
داستان در داستان و انجمن در انجمن

جو سبق سیکھا ہے تجھ سے یاد رکھیں گے اسے  
سبز رکھیں گے اسے آباد رکھیں گے اسے

شامل درسِ اولوالالباب رکھیں گے اسے  
خونِ دل سے سینچ کر شاداب رکھیں گے اسے

تیسرے نغمے اس سمندرِ شوق کو ہمیز ہیں  
جو ہر امن روزِ خیال و آرزو انگیز ہیں

تیرے ہی اربابِ دانش سے ملا درسِ حیات  
تیرے ہی نکتہ وروں نے کھولے رازِ ممکنات

اندرونِ سینہ جو سوزِ نفس ہے تجھ سے ہے  
تیرے ہی رطلِ گراں سے کانپتی ہے میری نے

شدتِ جذبات سے اب کچھ کہا جاتا نہیں  
پر دل مجبور سے چہر بھی رہا جاتا نہیں

یہ ترا فیضانِ بے پایاں سدا جاری رہے  
قلبِ ناداں کے لیے تیری نظرِ کاری رہے

راتِ دانِ انساں ترے آغوش میں پلتے رہیں  
باخبر بنتے رہیں اخلاق میں ڈھلتے رہیں

یوں چلے پھولے ترا گہوارۂ علم و ہنر !  
یوں روایاتِ کہن ہوں زندہ تر پابندہ تر !



# تذکرہ شوق

اسی زمانے کی گردشوں نے  
کہ جس نے مجھ رندِ لا آبانی کو مہرمانہ  
رموزِ شربِ دہم سے آشنا کیا تھا  
دل و جگر کی جراحتوں کو  
شکن شکن چاک چاک نوکِ مہر سے  
صبح و مسابہ



تمہارے غمزدوں کی کوئی رمز لطیف پا کر  
 حریم جاناں کی نرم و شاداب زمیہوں سے  
 طواف کئے بتاں کی آوارہ لذتوں سے  
 تمہارے جلوؤں کی مست و مدہوش نکلتوں سے  
 مشامِ جاں کو کبھی کا محروم کر دیا ہے  
 دیارِ ترک و طلب کی زمیں بدل گئی ہیں  
 مرادِ حیات شاید بدل گیا ہے  
 کہ میرے خوابوں میں آج کل رستخیز ہی انقلاب سا ہے  
 نمودِ قوسِ قزح سے اکٹا گئی طبیعت  
 جہاں روموں کے اس پرستار میں کوئی تسکین ہی نہیں ہے  
 ہمارے مابین ہو گئے ہیں حجابِ حائل  
 اب اپنے درمائدہ ہاتھ جن کو  
 اٹھانہیں سکتے غالباً اے پری ششماں!  
 مزاجِ غم ایک نشاۃِ تازہ سے ہم آغوش ہو رہا ہے

حریر زلفوں کے پیچ و خم میں

غزال جلوؤں کے ذوقِ رم میں

علاں سوز نہاں کہاں تھا

علاجِ سوزِ نہاں کہاں ہے ؟  
 سنا ہے تم نے بصدِ ادا کائنات اپنی اگ بسانی  
 اک اجنبی شہر کے تفرج کدوں ، ضیاءِ رقص گاہوں  
 تھرکتے کوچوں ، سمٹی راہوں  
 طلسم انگیز پارکوں میں  
 تمھاری محشرِ حسرا میوں کی  
 حکایتیں عام ہو رہی ہیں  
 صبحِ چہرے کے اُجلے اُجلے نقوش کا دلربا تقدس  
 سُبُو کے ہمراہ بزمِ آرائے میکدہ ہے !

مجھے ازل سے ہوا وریعت  
 عنم محبت ، عنم زمانہ  
 دماغِ کفرِ آشنا و وجدانِ مومنانہ  
 حقیقت و شوخیِ فسانہ  
 تمھیں مبارک نشیدِ قلقل  
 سرودِ انجسم ، صغیرِ بلبل  
 جنونِ مشاطگی کا کل  
 زہے نبختہ ! زہے تغافل !

نبی تمنا سے سوری نے عطا کیا ہے

گداز الحسان ساربانان

مذاق طوف دیارِ حرماں

ازل سے لکھا تھا کلک قدرت نے طبعِ خاند کو عاشقانہ  
کہ یوں ہی جذب و گریز کی کش مکش سے ہو عارفِ زیانہ!

---



# خزاں رسیدہ چمن میں

خزاں رسیدہ چمن میں، بے برگ و بار پودوں  
شکستہ و منہدم فصیلوں کے پاس نوخیز اک حسینہ  
سیاہ شبگوں لباس پہنے

شفق کے بھیکے ہوئے اندھیروں میں رو رہی ہے  
پرانی یادوں نے اس کے سینے میں ایک طوفان مچا دیا ہے  
تفتر و حسرت و تامل کے قلمزم بے کنار میں گم

وہ سوچتی ہے کہ کس کے سانسوں نے ان دیوؤں کو

تھا جن سے ویرانے میں چراغاں

تھا جن سے سامانِ صد بہاراں

بُجھا دیا ہے؟

اُبھرتے ہیں اس کے سامنے وہ نقوشِ سارے مٹے مٹے سے

تمام نقش و نگار کہنے بجھے بجھے سے

وہ دیکھتی ہے —————

نسیمِ عشرت فشار کے جاں نواز جھونکے

فضا کو شاداب کر رہے ہیں

چمکتی کلیوں کی ایک مہکار ہے چمن میں

ہری بھری ڈالیوں میں چھپ کر

طیورِ تانیں اڑا رہے ہیں

روشِ روش پر بہارا اٹھلا رہی ہے سرمستِ ناز ہو کر

بلا کی شوخی و نزاکت ہے بوئے نسرين و باسمن میں  
گہر بداماں نشیمنوں میں

نسیم کی جلوہ ریزیاں ہیں  
شہیم کی عطر بیزیاں ہیں

عنادل خوش صغیر کے بہتے زم زموں سے  
فضائے گلشن پہ چھا رہا ہے

سحر کے انوار کا ہیوٹی  
خمار شیریں غنودگی کا

زمردی کاخ میں زرا ندود مسندوں پر  
مصاحبوں میں گھرا ہوا ناؤ نوش میں گم

شہنشاہ کج کلاہ ، عالی تنبار سلطان

ہجوم انجسم میں ماہ تاباں

حریر و دیبا کا فرغل اوڑھے



جواہر و لعل سے درخشاں

شرابِ گلشنام سے لبالب

سفید بتور کے پیالے

لنڈھا رہا ہے

سرور کا عالم اور بزمِ طرب بپا ہے

ادھر ادھر ساقیانِ ہوش

صباحِ ت و لطف و نازکی کے

دراز قامت مجسمے سے

چھپاتے امواجِ خیز سینوں میں چاند سے ڈوبتے ابھرتے

سڈول مخروطی انگلیوں میں

بڑی نزاکت سے جامِ بکریٹے

اُچھال کے دستِ گلشنام سے

شرابِ لعلیں پلا رہے ہیں

خراب و نیمخورد بنا رہے ہیں

وہ اٹھا اک شورِ برہم نے  
وہ ایک رقاصہ چم سے آئی  
لچکتی با نہیں فضا میں چھلکیں  
سرود کی مست تانیں ڈھلکیں

ادھر یہ بزمِ طرب بپا تھی

ادھر پس پردہ سپہرا اور مشورے ہو رہے تھے — یعنی  
خمارِ عیش و سرور کی مست کامیوں کے اُترنے کا وقت آ رہا تھا  
چنگھاڑتی چبھتی اچانک شمال سے آندھی اٹھی، پھیلا  
فضائے گلشن پہ ایک ہول آفریں اندھیرا

اُجڑ گئی مجلسِ شبانہ  
اُلٹ گئی مسندِ شہانہ

وہ رقص کی محفل سکوں پاش ہو گئی برہم و پریشان

وہ نقرتی جام اور وہ زر نگار مینا  
تمام ایک ایک کر کے پھوٹے  
چمن کی رنگین وادیوں میں

جہاں ذرا دیر پہلے نغموں کی شورشیں تھیں  
سکوت — گرا سکوت چھایا

اور آج بھی ان سمن کدوں میں  
گر برداماں نشیمنوں میں  
مہیب و ہول آفریں اندھیرا کراہتا ہے  
خزاں رسیدہ چمن میں دوشیزا ایک تنہا  
شفق کے بھیکے ہوئے اندھیروں میں رورہی ہے

— بیکینی کمال —  
— ترکی —



# گیند

میرا دل — اک گیند ہے  
پھینک دوں اس گیند کو  
انجمنِ رخشاں کی سمت  
یا ترے قدموں کے پاس ؟  
اور اگر میں پھینک دوں تیری طرف  
تھام لو گی اس کو کیا ؟

(شرکی)

# چین والا پین

— چارچینی نظمیں



# دیوارِ چین

ساتھیو! ساتھیو!

صبح کے وقت تم

کونسی راہ سے آئے ہو؟

تم نے دیکھا ہے کیسا

فوجیوں کو گلی کوڑیوں میں

ان کے کماندھوں پہ بارِ گراں



مادر چین کی حریت کا نشان  
 ان کے تم بھی مساوی بنو  
 ان کی خدمت کرو  
 ان کے آرام کا دھیان ہر شخص کا اولیٰ فرض ہے  
 وہ لڑیں گے  
 وہ مرجائیں گے  
 جان شیریں کو اپنے وطن پر وہ قربان کر جائیں گے  
 ساتھیو! ساتھیو!  
 تم کو کس چیز کا خوف ہے؟  
 حوصلہ! حوصلہ!  
 دستِ باطل شکن کو اٹھاؤ ذرا  
 ان کی ہمت بڑھاؤ ذرا  
 ہاں کہو: چین پائندہ باد!  
 امن و جمہوریت زندہ باد!  
 سو سے اوپر کساں  
 سر بند و سواں  
 آ رہے ہیں ادھر  
 ان کے قلب و جگر

غصّہ و عنصم سے لبریز ہیں  
ان کے ننجر بہت تیز ہیں  
دُشمن بد نہاد

چھین سکتا ہے ان سے متاعِ نبرد  
یعنی ان کی یہ توپیں، گنیں،  
عرصہ جنگ میں چھینی جاسکتی ہیں،  
پردھڑکتے، مچلتے، تڑپتے دلوں کو  
مسخر نہ کر پائے گا

ان کے پہلو میں سیسہ ہے، فولاد ہے  
ایک نعرے کی گونج

ایک شورِ ستیز، ایک بانگِ رجز  
ریت پر ہیں جواں خون کے تازہ تازہ نشان  
اپنے ننجر بڑھاتے ہوئے

سرزمینِ وطن کی جلالت کا پرچم اٹھاتے ہوئے  
عورتیں نیچے نعرہ زناں موج در موج  
آگے بڑھے آتے ہیں

موت سے مرد ڈرتے نہیں

جو قدم آگے بڑھ جائیں پھر پیچھے ہٹتے نہیں

بورجی ہے یہاں ایک تازہ جہاں کی نمود  
اور بدلنے کو ہے رنگِ چرخِ کبود  
سو سے اوپر کہاں  
سر بلند و جواں۔

ایک دیوارِ آہن کہ دیوارِ چسپیں  
ہاں بدل دیں گے یہ محورِ آسمان و زمیں  
برف باری رُکی  
ہاتھ، چہرے، بڑھے  
سب کے سوتے زمیں  
نچے نیچے ہوئے

کھیتے ہیں حبیبِ برف کے گالوں سے  
اشک ہیں

یا کہ تلوار کی دھار ہیں؟  
پونچھ لیتے ہیں وہ اپنے آنسو تمام  
اور کُپکار اُٹھتے ہیں :

دُشمنِ بد نہاد  
مردہ باد!  
برف باری رُکی



سولہ سے اُوپر جواں  
برف کے تودے پیچھے ہٹاتے ہیں میدان سے  
اور لہو کے نشان  
گلستان، گلستان  
عسّم کی آندھی رُکی  
اور بل بل کے سب  
ہو گئے محوِ رقص و طرب !

---

# اوسط زبیں

وہ جو عزم تسخیر کرتا ہے سارے جہاں کا  
نہاں کا عیاں کا  
کبھی نصرتوں سے نہ شرشار ہو گا  
ہمیشہ ہزیمت سے دوچار ہو گا  
زمین پر جو کچھ بھی ہے سمجھو اسے ایک طرف مقدس  
اسے اپنے ذاتی تصرف میں لانے کی کوشش کرو مت  
نہ اس پر بگھارو تعلق، جتاؤ نہ قبضہ نہ مستدرت  
اسے اپنے قبضے میں لانے کی کوشش اگر کی

تمھارا تمسخر اڑائے گی ناکامی و نامرادی

کہ اس کار گاہِ جہاں میں

ادب گاہِ سود و زیاں میں

ہر اک شے کی ہے آگے بڑھنے کی ، پیچھے

پلٹنے کی ساعت معین

نفس کے بم و زیر کا قاعدہ ہے

شباب و کھولت کا اک دائرہ ہے

بگڑنے سنورنے کا ، تعمیر و تخریب کا ایک

دستور ہے ضابطہ ہے

اسی وجہ سے جو بھی اہل نظر ہے

اور احوالِ ایام سے باخبر ہے

وہ چنتا ہے اپنے لیے اعتدال و توازن کا جادہ

اور افراط و تفریط سے چلتا ہے اپنا دامن بچا کر

نہایت پسندی کے کانٹے ہٹا کر !





# مکافات

ہے نہاں عجز میں سرسرازی کا سرِ خفی  
 دل میں مَوّاج ہے گر تمّتائے بالیدگی  
 نغمہ ناشنیدہ بنو نکہتِ نادیدہ بنو  
 سر بلندی کا ارمان ہے تو خمیدہ بنو  
 یوں زمانے میں دارائے خلقِ حمیدہ بنو  
 گر تمھارے ظروف و آوانی ہیں خالی تو پھر کیا ہوا؟

وقت کا نہر باں ہاتھ بھر دے گا منہ تک انھیں عنقریب

جن کے ایوان پہلے ہی معمور ہیں

گر اُنھوں نے یہیں اپنی جنت بسالی تو پھر کیا ہوا،

ظالموں کو پس مرگ کنج لحد بھی نہ ہو گا نصیب

جس کو بخشی گئی عِسلم و برہان کی، ذوق

و وجدان کی اہلیت

زیرِ افلاک وہ جانتا ہے ہر اک چیز کی ماہیت

چونکہ اس میں تفاخر نہیں آرزوئے نمود و

نمائش نہیں

اس سبب سے دکتا ہے تابندہ ہوتا ہے وہ

نعرہ بازی سے بیکار شہرت کی خواہش نہیں

بے تکلف خرامندہ ہوتا ہے وہ

خود ستائی نہیں خود پسندی و ناز و نیایش نہیں

اس سبب سے سرفراز ہوتا ہے پایندہ ہوتا ہے وہ

اپنی تخلیق پر اس کے دل میں غورِ صناعت نہیں

جھوٹا احساسِ نخوت نہیں  
 اس لیے اس کا شہکار ہوتا نہیں  
 سینہ دہر پر ایک نقشِ جمیل، ایک نقشِ دوام  
 اک زیارت گہِ خاص و عام!

RekhtaDownload.com





# یہ زندگی

یہ زندگی یہ زندگی کے فلسفے  
یہ لاشعری ! یہ سابقے !

تمام یاسیت ، تمام بوریات  
یہ ہاؤ ہو یہ اختلافِ ماوتو

بس ایک خواب ہی تو ہے  
نظارۂ سراب ہی تو ہے

مجھے خراب لعلِ ناب رہنے دو  
فضول ہیں یہ کاروبارِ دُنوی !

نہیں ہے جن میں حُسنِ معنوی  
مجھے یُونی تباہ حال رہنے دو

یہ داستانِ تلخی مآلِ رہنے دو  
چمن میں عندیبِ خوش صفر کہتا ہے

حسینہ بہار ہے ادا فروشوں میں گم  
لنڈھائے جاؤ حُسنِ پہ حُسنِ

یہ نغمہ یہ جنوں کا نیش و نوش  
ہوا بھی خوشگوار ہے فضا بھی ابر پوش

میں چاند کے طلوع ہونے تک  
اسی طرح نشے میں چور والہانہ گیت گاؤں گا

اور اس کے بعد اختتامِ نغمہ پر  
نڈھال ہو کے سو سا جاؤں گا !

# بُود و نبود

نسیم صبح کے انفاس میں طغیانِ عنبر ہے  
فروغِ نغماتِ گل سے مشامِ جاں معطر ہے

فضائے رنگ و بو میں خیمہ زن ہے ابرِ نیسانی  
چراغانِ سحر میں برگِ تر کی شعلہ سامانی

بساطِ سبزۂ نم پر شرارِ گوہرِ غلطان  
محیطِ نیلگوں میں کر ملکِ شب تاب ہیں پڑاں





روش ہائے چمن پر یوں ڈھلے ہیں اوس کے قطرے  
قبائے پر نیاں ہیں جیسے زر اندود آویزے

دھنک، شعلے ہی شعلے، آتشیں برسات کی نشا میں  
شفق زاروں میں بھجودار غواں جذبات کی نشا میں

دھندلے سرسراتے منظروں کو ڈھانپ لیتے ہیں  
نگارانِ چمن رازِ چمن کو بھانپ لیتے ہیں

رواں ہے کہکشاں کی جوئے شیر آہستہ آہستہ  
اٹھیں گے عابدِ کوکب ضمیر آہستہ آہستہ

سرسب لالہ گوں سے کشتِ شب کی آبیاری ہے  
فضا پر والہانہ خلوتوں کا کیفِ طاری ہے

یہ افسوں سُکرِ مستی کے یہ جادو جذبِ روماں کے  
غنودہ نیم والھے، روپے خوابوں جلوے

مگر یہ دلربائی، صبح کی دوشیزہ رعنائی  
ستاروں کا تبسم، مہروں کی جلوہ آرائی

سکوتِ نیم شب کی شبیہ آگیاں خود فراموشی  
یہ نغمے طائروں کے، یہ گل و لالہ کی سرگوشی

جیسی! تو نہ ہو تو یہ فقط اک تودہ خس ہوں  
دماغِ آشفستہ، دلِ افسردہ، احساساتِ نارس ہوں

---

# راہ و رسم منزلہا

مرے سامنے رہگذر اپنے دامن میں جلوے سمیٹے  
جنونِ تماشا کو آمادۂ امتحان کر رہی ہے  
خیابان و صحرا کے گہواروں

فطرت کی بے قیود پہنائیوں میں  
یہ محسوس ہوتا ہے گویا حصارِ ہوس سے نکل کر  
میں محبوب کی گرم و آسودہ آغوش میں آ گیا ہوں



جہاں مجھ کو آفاتِ دُنیا نے دُور سے اماں مل گئی ہے  
 جہاں ذہن فکر پریشاں سے، دل اضطرابِ خفی سے  
 نظر انتشارِ نظارہ سے، سر بارِ آشفستگی سے  
 سبکدست ہو کر تروتازہ و نوجواں ہو گئے، میں  
 مرے سامنے رہنما اپنے دامن میں جلوے سمیٹے  
 مرے شوقِ صحرا نوردی کو حرکت پہ اکسا رہی ہے

پس و پیش گلِ کارئی رنگے بُودِ دیکھنا سینہ رہنما پر  
 ہوس سے منزہ، خراماں خراماں چلا جا رہا ہوں  
 بیسر ہے مجھ کو تمول، فراغِ نظر کا شکیبِ جگر کا  
 نشیبِ زمیں کے سفالیں نظاروں کی رعنائیوں میں  
 سپہرِ ربِ جد کے اجرامِ نوریں کی حسرت نہیں ہے  
 وہ اپنی جگہ ہی بھلے ہیں میں اس بات کو جانتا ہوں  
 مجھے اپنے فردوس میں ان بناتِ فلک کے بسانے کی  
 حاجت نہیں ہے!

یہ موج ہوا جس سے میرے نفس کا تلاطم، مرے  
 نطق کی لب کشائی  
 یہ اشیا جو میرے ہیولائے افکار کو بخشتی ہیں  
 خط و خال و احساس و پیکر  
 یہ بکھرے ہوئے راستے، پیچ کھاتے ہوئے  
 رینگتے سرسراتے  
 میں اک غیر مرئی حقیقت کے پرتو سے روشن بھی  
 اور مرتعش بھی  
 یہ ناسفتہ جلوے مرے دل کی آواز کے ہموا ہیں!

یہ شہروں کی بھرپور سڑکیں، یہ نقشِ کفِ پا سے  
 گلزار گلیاں  
 یہ حدِ نظر تک مکانوں کے آپس میں اُلجھے ہوئے  
 سلسلے سے

شفق پوش باموں کی سرگوشیاں بادلوں سے  
 یہ شفاف آئینے یہ کھڑکیاں رازِ مینا نہ کہتی ہوئی سی

یہ پتھر یہ زینے پھستے ہوئے یہ خم طاق و محراب  
 جن کو کہیں فوس مشرگاں  
 یہ نو بادگاہِ تمنا ، کہیں بنتِ پنجاب و ایراں  
 کہیں دُختِ کافرستان  
 کہیں زلفِ بنگال کی نابرداری ، کراچی کے جلوے  
 کہیں دامن افشاں  
 یہ خوبانِ پرکار و سادہ شہیدِ نظر کے لیے  
 ایک طرفہ بلا ہیں !

مناظر چپ و راست سے پھیلتے جا رہے ہیں  
 مرقع — یہ سیال و زندہ مرقع — شبابِ مکمل  
 بہارِ مجسم

غنا کی نشیلی مدھرتانِ دل سے جگر تک اُترتی ہوئی سی  
 یہ کافر جمالوں کی بربطِ نوازی  
 نگارانِ نو بر کی عشوہ طرازی  
 سرودِ لبِ رہگذر — یعنی شارع کا شاداب و  
 سرمست نعم



مری رہگذر! کیا تو مجھ سے یہ کہتی ہے مجھ کو نہ چھوڑو؟  
 مجھے چھوڑ کر تم ہمیشہ بھٹکتے رہو گے  
 بہت دیر سے تھی میں رحمت کش انتظار  
 اب مجھے اپنے قدموں سے پیوستہ رکھو؟  
 حسین رہگذر! چھوڑنے میں اگرچہ کوئی خوف مانع نہیں  
 پر مجھے تجھ سے وابستگی ہو گئی ہے  
 میں خود اپنے اظہار پر اتنا قادر نہیں، جتنی تو ہے  
 تری منزلت میرے دل میں مری نظم سے بیشتر ہے  
 مراد ہن کہتا ہے سب کارنامے کشادہ فضاؤں  
 کے مرہون منت رہے ہیں  
 سب آزاد نظموں کی تخلیق بھی زندہ ماحول  
 ہی میں ہوئی ہے  
 میں محسوس کرتا ہوں ایسے میں تعمیر از رنگ مائی  
 و تخلیق فکر فلاطون و دانستے و رومی و اقبال  
 و غالب بھی مشکل نہیں ہے

اب اس وقت سے کوئی حد، حد نہیں ہے

قیود و سلاسل کے افسوں تلک و تاز پر اب  
 کمندی نہ پھینکیں گے چھپ کر  
 جہاں چاہوں جاؤں میں اپنے ارادے میں مطلق ہوں  
 اپنی قلمرو کا مختار کل ہوں  
 میں اوروں کی باتیں اگرچہ سنوں گا مروت سے  
 خندہ لبی سے  
 گراں مایہ پند و نصائح کے سرمائے سے بہرہ اندوز  
 ہوتا رہوں گا  
 عمل اس پہ لیکن میں خذ ماصفا اور دغ ماکدر  
 کے مطابق کروں گا  
 مری خود نگہداری اب سے مری ذات کی  
 پاسبانی کرے گی  
 میں اپنے عمل کی صلابت سے تعمیر دنیائے تازہ  
 کروں گا!

زماں و مکاں میرے اندر اُمنڈتے چلے آرہے ہیں  
 مشارق، مغارب سب اقصائے عالم  
 مرے حکم کے منتظر، میرے اقبال کے مدح گستر



سحر کے تجلّی کدے سے شبِ سُستِ رم تک  
 تَجَرّ کا اک بیکراں سلسلہ ہے  
 ہر اک شے حسین و شگفتہ نظر آ رہی ہے  
 زن و مرد میں ، میں یہ اعلان کر دوں گا  
 تم نے مرے ساتھ جو کچھ تلطف کیا ہے  
 میں اس کے لیے اتنا ممنون ہوں اپنا سرمایہ زندگی  
 وقفِ انسانیت کر رہا ہوں  
 میں اب سے تمہارے غموں کو بٹانے کی امکانی  
 کوشش کروں گا  
 ہجومِ زن و مرد میں اپنی ہستی کو اک ساغرِ کیف  
 کی شکل میں پیش کرتا رہوں گا  
 محبت کے دیپک ، خوشی کے کنول اور  
 امنگوں کے فانوس  
 بے نور کو چوں کو ہر شب ، ہمہ شب منور کریں گے !

کسی کینہ ور سے مجھے کوئی اندیشہ لاحق نہیں ہے  
 جو مانے گا مجھ کو وہ خود بھی توانا رہے گا۔



مجھے بھی توانا کرے گا!

جمال و نجابت کی سربستہ حکمت کو میں پا چکا ہوں  
یہ حکمت ہے فطرت کے آزاد گہواروں میں سانس لینا  
غباریں گزر گاہوں میں کھیلنا کودنا اور ان سے  
ہم آغوش ہونا

یہی دانش و علم کا معرض امتحان ہے  
یہ مکتب ذکاوت کی کوئی کسوٹی نہیں ہیں  
متاع ذکاوت کو اک ذہن سے دوسرے ذہن  
میں منتقل کرنے کی سعی دیوانگی ہے

میں کرتا ہوں اب تجزیہ ان اسالیب فکر و نظر کا  
جو دانش کدوں میں وقیع و گراں پایہ لگتے ہیں لیکن  
بہار و غزاں کے شہابی نظاروں، خنک موج  
جلووں رواں بادلوں

اور بیتاب لہروں کے گرداب میں وہ دبستاں کے  
خود ساختہ قاعدے

کتنے بے آرز ہیں۔ ہاں حقیقت یہاں منکشف ہے  
جہاں ابن آدم کو عرفان ملتا ہے میں کیا ہوں

میرے شعورِ نغنی و جلی کی ہے سرحد کہاں سے  
کہاں تک !

یہاں رُوح کا جزو و مد ہے  
یہ موجیں جو سینے کے اُعماق سے اُٹھتی ہیں  
کانش افزا تجسس کی زائیدہ موجیں  
تذبذب کی پرچھائیاں، خوف کی چھاؤنی، نا اُمیدی کے  
ڈیرے

یہ ظلمت کے افعی، خیالوں کے عفریت، وہموں کے  
آسیب کیا ہیں ؟  
کچھ ایسے زن و مرد ہیں جن کی قربت سے لگ  
جاتی ہے آگ سی جسم و جاں میں  
اُجڑ جاتی ہیں جن کے احساسِ فرقت سے ہی میرے  
شعروں کی دُنیا تے رنگیں  
سرِ شامِ جنگل میں جاؤں تو ہوتا ہے مجھ پر  
نزولِ سرودِ خاریں  
مرے دل میں سرچشمہ سوز کیوں چھوٹتا ہے ؟  
یہ کافرِ جمالوں کے دیدار سے زیرِ مژگاں



چمک اُٹھتے ہیں کیوں لرزتے ہوئے شوخ تارے؟

(میں سرجادۂ حق سے بھٹکا ہوا راہرو ہوں؟)

دلِ مرد و زن میں محبت کے شعلے کہاں سے

بھڑک اُٹھتے ہیں والہانہ؟

مسترت کی خوشبو سے بادِ بیاباں گرانبار سی ہے

مرے ساتھ آؤ اک ایسی رفاقت کو پاؤ

سدا جو رہی ہے نبرد آزما زندگی سے

زمینِ اوّل اوّل درشت و خموش و پُر اسرار لگتی ہے

فطرت بھی پہلے پہل گو عجیب و پُر اسرار معلوم ہو گی

مگر اس سے ہمت نہ ہارو

سمندرِ طلب کو غناں تاب کر دو!

یہ مدہوش خلوت، یہ قربت کی سرجوش لذت!

یہ شاداب رمنے، یہ عیش و ہوس کی پناہیں

یہ خیمے، یہ دلکش خیاباں، یہ آرام گاہیں

شہاب اور میدے سے گوندھی ہوئی دخترانِ نگاریں



دو عالم کو تسخیر کرتی زنگا ہیں خماریں ، ادائیں بہاریں  
 یہ نظارے غارت گرا من ، دامن کش دل ہیں لیکن  
 جو تو چاہے رُک جائیں اپنے قدم غیر ممکن !  
 بڑھاؤ قدم سست پانی کو چھوڑو !

ابھی اور ترغیب سیمیں کی یلغار ہوگی  
 ابھی اور تخریص رنگیں کے شبخون ہوں گے  
 میں تم کو صعوبات منزل سے آگاہ کر دوں  
 مرے پاس خلعت نہیں جن سے داد و دہش کی  
 نمائش کروں میں

سکھانا ہوں میں اس غم زندگی سے نبرد آزمائی  
 تمہیں بھی کبھی جس سے دو چار ہونا پڑے گا  
 تمہارے مقدر میں قاروں کا گنج شقاوت نہیں ہے  
 جو خون جگر سے کماؤ گے دست سخاوت سے  
 اک دن لٹا دو گے آخر

تمہاری رہ شادمانی میں ہزل و تمسخر کے کانٹے بچھیں گے  
 محبت کے نایاب و در دیدہ پیغام کا واپس

بوسہ تنعلہ آشامہ ن خیر مقدم کرے گا

تمھاری طرف دست و بازو بڑھیں گے مگر وہ  
تمھارے گلے میں حائل نہ ہوں گے !

کتنی نادیدہ نظارے حجابات میں ہیں  
کتنی شاہراہیں غبارِ پسِ کارواں کو ترستی ہیں اب تک  
مقاماتِ آہ و فغاں جوئے خونناب کے منتظر ہیں  
انیس غمِ دل ! تو کس سوچ میں ہے ؟  
کوئی چیز ایسی بھی ہے جس کی تحصیل ممکن نہیں ہے ؟

فقط عزمِ درکار ہوگا

نسیمِ سحر کی لطافت

گل و یاسمن کی طراوت

ستاروں کے خوشے

ہزاروں کے خوشے

جواہر کی کانیں

خوشی کی دکانیں

یہ سرمایہ اپنا ہے اپنا

چلیں تو زمانہ ہمارے جلو میں چلے دست بستہ



بڑھیں تو ہمارے پس و پیش صد کارواں ہوں روانہ  
ملیں تو دلوں سے محبت کا رس لیں ، دماغوں  
سے مدح و عقیدت کا تحفہ !

زن و مرد و پیر و جوان ! بستر استراحت کو چھوڑو  
مذاقِ طرب کو حصولِ مقاصد میں حائل نہ ہونے  
دو ہر گز

مقاصد کی تکمیل ایشار و فرقت کی طالب ہے اے  
عنم نصیبو !

حجابات منفی ہیں ، منفی سہاروں کو چھوڑو  
نگاہ بصیرت سے دیکھو

خرابات کی مجلسوں ، رامش و رنگ کی محفلوں میں  
جھلکتی ہے خود ناشناسی ، عزائم سے محرومی و زندگی

کے خالق پہ بے اعتمادی

کوئی دل بھی تطہیر و اخلاص و شفقت کا حامل  
نہیں ہے

یہ انسان انسان نہیں ہیں مٹنے میں اپنے



یہ آواز و ہنیت سے عاری، تشخص سے محروم انسان  
جو زرکاروں، سمن پوش جملوں، پرستان سے  
ہوٹلوں میں  
شب و روز کو غرقِ تلخابہ عشرتِ رایگاں کر رہے  
ہیں!

سمن پیرہن اپنے مغرور سینوں پہ مخروط  
سرکش اُبھارے  
کہ جن کی جنوں پاش نظارگی سے ہوس مست و بالیدہ  
و مضطرب ہو  
سر رہگذر اپنے حُسن گریزاں سے اعصابِ آدم  
پہ مشقِ ستم کر رہی ہیں  
یہ سب ایک ویرانیِ دل کے بہلانے کے مشغلے  
ہیں،

حیاتِ آج سر جادۂ منزلِ سردی کھو چکی ہے  
کہ انسان فقط ایک بہروپ ہے، شوخ، کمزور، بودا!

رفیقِ سفر، زندگی مستقل کشمکش ہے  
(بندھا کس کے سر فتح و نصرت کا سہرا)

مرے لب پہ بانگِ رجز کا نپتی ہے  
میں اس بزمِ کون و مکاں میں کسی محرمِ راز کو  
ڈھونڈتا ہوں

کوئی صاحبِ ذوق؟ کوئی زباں دانِ دردِ تمنا؟  
نقیبِ بغاوت ہوں میں جو مرے ساتھ آئے

مسلم ہو تیغِ دوتا سے

ہو آگاہِ تاریخِ جرم و سزا سے

حکایاتِ غدر و وفا سے

تن محکم و قلبِ دردِ آشنا سے

مری ہمرکابی عبارت ہے صبر و عزیمت سے

پیہم تگاپو سے کربِ بلا سے!

طویل و حسیں رہگذر سامنے ہے

بڑھاؤ قدم کس لیے رک رہے ہو؟

تپائی پہ رہنے دو قرطاس کو سلک افکار سے نامزین  
کتا بوں کو سر بند شلفوں کی زینت بنا دو  
مدارس میں دانش وروں کو جنون و خرد بیچنے دو  
سر منبر عام واعظ کے وجد آور الحان کو چھوڑو  
وکیلوں کو چھوڑو کہ فتانوں کے مل کے نیچے

اُدھیر میں

عدالت کو تدبیر چاک و رفو میں جگر خون کرنے  
دو، آؤ !

گو اسباب ظاہر کا شیرازہ برہم ہے لیکن  
نگاہوں میں رقصاں ہیں عزمِ مصمم کی جوتیں،  
ستاروں کی چھوٹیں

انیس غمِ دل ! مرا ہاتھ پھیلا ہوا ہے تمھاری  
طرف پیش کش میں



مینی دیتا ہوں تم کو متاعِ محبت — جو ہے  
 گوہر و تاج سے بھی گراں تر  
 مگر تم بھی اپنی مستعارِ دل و جاں کو  
 میرے حوالے کرو گے؟  
 صعوباتِ غم کی کٹھن رہ گزر میں مرا ساتھ  
 دو گے؟  
 دم واپس تک نشیب و سرازِ رہِ زندگی میں  
 رفاقت کرو گے؟

---

جب تک کہ تم میری طرف سے  
 کیا کرتے ہو اس کا احساس  
 نہ کرو، بلکہ اس کو غفلت سے  
 سمجھ کر، اس کو اپنے لیے  
 ایک نیا اور بہتر  
 راستہ بنانا چاہو، تو  
 میں تم سے دعا کرتا ہوں کہ  
 یہ سب تم کو حاصل ہو۔



# آسودگی

تمت تری ہم نشینی کی ہے  
بس اک ساعت مختصر کے لیے  
کہ اس محنت آبادِ ایام میں  
فراغت نہیں دیدہ ور کے لیے  
زمنے کو کہتے ہیں دارالامان  
خطاب اسپ تازی ہے غرے کے لیے

ہر اک فرصت عیش ہے بادِ پا  
 مزے کس نے رقصِ شرر کے لیے  
 کدورت، سرِ سفرۂ کائنات  
 مستدر ہے کامِ بشر کے لیے

ہوئی جلوہ گر نو عروسِ بہار  
 بٹے ارمغاں نکلت و رنگ کے  
 چھڑے تذکرے بزم و بازار میں  
 مغ و ساغر و مطرب و چنگ کے  
 سنبھلتا نہیں دامنِ احتیاط  
 کہ ہیں جا بجا منظرِ ارژنگ کے  
 چلی کوئے جاناں سے بادِ مراد  
 کھلے دفترِ آہنگ و فرہنگ کے  
 ذرا اپنے پہلو میں دے مجھ کو جا  
 کہ گلبن بنیں غنچے اُمید کے



کہیں چاند تاروں کے رمنوں میں سیر  
 نہیں زمزمے سازِ نارہید کے  
 مذاقِ تحیر ہو آسودہ کام  
 کھلیں عقدے تثلیث و توحید کے !

---

Rekhta.com

# احساں

صفت کوہ گراں ، سیل رواں ہیں جھوڑ  
لیکن اس عقد گہر کا کوئی شیرازہ نہیں  
ایک چولپائے کے مانند مطیع و منقاد  
جس کو نیروئے لکد کوب کا اندازہ نہیں!

ایک ناداں بھی جدھر چاہے لیے پھرتا ہے  
کیسا مضبوط بھی ہو حلقہ زنجیر و عنان  
ٹوٹ سکتا ہے فقط ہمت یک لمحہ سے  
لیکن اس مرکب ترساں میں کہاں تاب و توان!

زمین بوسیدہ میں ہیں سینکڑوں اوہام کے جال  
 حشر ظلمات کا، افکار میں الجھاؤ ہیں  
 خود ہیں پابند سلاسل برضا و رغبت  
 اپنے ہاتھوں کا کرم۔ جسم پہ جو گھاؤ ہیں

ان کا حق ہے، ہے جو، ان ارض و سما کے ماہین  
 لیکن اس حُسن عطا کا انھیں احساس نہیں  
 کوئی احساس دلاتے تو ہے اندیشہ جاں  
 ”اپنے اجداد کی قدروں کا اسے پاس نہیں!“



# پایندہ ہے گا پاکستان

جلندھر میں اسلام کابل بالاتھا لیکن فرنگی نے ہندو سے مل کر مسلمانوں کو شہ مات دی  
اپنی قسمت میں خانہ بدوشی لکھی تھی

کلاں پر جیاں کی سہانی فضاؤں کو چھوڑا  
کہ آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب تھمتا رہا تھا

یہ درد ماندہ حسرت کی نیش رگ جاں جو آیا و اجداد کے مسکنوں نے

دم واپس ہیں ہم کو سوچی

سارو میں کرتے دو ماہ کے بعد ہم سرحد پاک پہنچے

ہلکے بارے، بے برگ و بے خانماں، عکس خواب پریشاں

شکُن در شکن ، چاک در چاک ، تصویرِ حرمِ ماں

اس اندوہِ فرقت پہ بھی میں نے غنہ جبینی سے اپنے نئے خطہِ پاک کا

غیر مستدم کیا ، میں نے اس کے ترانے الاپے

مرے بر لبِ شوق نے ، بچو دانہ وطن کی محبت کا اک آنشیں

راگ چھیڑا ————— :

آفاق میں نغمے گونجتے ہیں

پابند رہے گا پاکستان

بہ ہزاراں رولق و رعنائی

تابند رہے گا پاکستان

یہ مملکت نوزائیدہ جسے خونِ جگر سے پالا ہے

یہ نقشِ جمیل جسے ہم نے اپنے ہاتھوں سے ڈھالا ہے

انوارِ سحر کی چھوٹی لو کا عالم تاب احبالا ہے

یہ اُجالا رات کی ظلمت کو

پیغامِ صبح درخشاں ہے !

اٹھو اسے نیند کے متوالو!  
گمشدگی میں جتن بہاراں ہے

وہ کہند محل مسمار ہوئے اور ابھری ہے تعمیر نئی  
ماضی کے سنہرے خوابوں کی اب ہونے لگی تعمیر نئی  
فناک اندھیرا ختم ہوا اور پھیلی ہے تنویر نئی

نئے دور کی آمد آمد ہے  
فنکار نئے ، مینخوار نئے  
تاریخ نے پٹا کھایا ہے  
آثار نئے ، اعصار نئے

پھر عزمِ جواں سے تازہ کریں گے ہم آئینِ محبت کا  
بناتے زماں کو دیں گے سبق پھر عالمگیر اخوت کا  
ایثار و حق و صداقت کا اخلاص و مہر و مروت کا

اس آزادی کے پرچم کو  
برہام پہ ہم لہرا دیں گے



اور پاکستان کی عظمت کو  
ہر سمت و سُو پھیلا دیں گے

کُٹیاؤں کے بے نور دیوں کو ہم تنویر و ضیاء دیں گے  
سب سرِ بفلک ایوانوں کے خونیں فانوس بجا دیں گے  
محروم نوا انسانوں کو ہم مژدۂ فکر و نوا دیں گے

یوں محو فکر و تامل سر بہ گریباں تُم کیا سوچتے ہو؟  
وقفِ اندیشہ بیش و کم افکار میں گم کیا سوچتے ہو؟  
یوں کھوئے ہوئے اے دانائے اسرارِ قَم کیا سوچتے ہو؟

اصنامِ باطل کو چھوڑو  
زنجیر و سلاسل کو توڑو  
انجام سے ہو کر بے پروا  
اظہارِ تمستِ سرتا پا

ہر منزل پر شاداں فرحاں  
افتاں خیزاں رقصاں جولاں

بے خوف و خطر بڑھتے جاؤ  
 ہر رفعت پہ چڑھتے جاؤ  
 اپنی تقدیر سے لڑ جاؤ  
 اور جینے کی تدبیر کرو

آفاق میں نغمے لہرائیں  
 پابند رہے گا پاکستان  
 بہ ہزاراں شوکت و زیبائی  
 تابندہ رہے گا پاکستان

---



## آئینہ

عجب اضداد کی حامل ہے طبیعت میری  
خود مجھے اپنی اس افتاد پہ حیرانی ہے  
مجھ کو تقدیر نے بخشا ہے مزاج رنگیں  
مری تختیل میں نعمات کی بولانی ہے

مری باتوں سے مری زمزمہ آرائی سے  
اکثر احباب نواسنج فغاں ہوتے ہیں  
ان کو شکوہ ہے کہ گفتار کی پہنائی سے  
ان گنت معنی سیال رواں ہوتے ہیں



ذوق انگیز اشاروں کا سمجھنا مشکل  
میرے اظہار مطالب میں ہی صدمہ ختم و بیچ  
مرے افکار میں دوشیزگی نکلت ہے  
جس کے آگے چمن صبح کی شادابی بیچ

بارہا رندوں کو تفتین مجسم بن کر  
میں نے سکھائی ہے پابندی آداب جنوں  
کبھی کھولے ہیں جو اسرارِ طلسم گرداں  
تو نگوں سا رہو اہل حسد کا افسوں

مری صنعت سے مرے بوقلموں جیلوں سے  
ہو گیا ایک زمانہ مرا صید و پنجیر  
کتنے اربابِ نظر میں تالش گر ہیں  
حلقہ در حلقہ ہوا دامِ فریب و تزویر

کتنے نیرنگ بہ آغوش ہیں میرے احوال  
 میری طبعِ منلوں میں نہیں رنگِ ثبات  
 میں نے مغلوبِ گماں رکھا ہے ان لوگوں کو  
 مجھے کہتے ہیں جو درویشِ ملوکا نہ صفات

آہ یہ سادہ منش لوگ مگر پانہ سکے  
 کہ ان انوار میں ظلمت کی بھی آمیزش ہے  
 جن نگاہوں سے کہ تقدیس کی لو پھوٹتی ہے  
 ان میں اہریمین و یزداں کی بھی آویزش ہے

کون جانے کہ حجابات کا یہ دلدادہ!  
 جلوۂ حسنِ دلارا کا پرستار بھی ہے  
 ادعا ہے جسے پاکیزگیِ داماں کا  
 دامن آلودہ بھی ہے اور ہوسِ کار بھی ہے

کون محرم مرے کردار کے اس پہلو کا ؟  
کہ مری بات میں ابہام بھی ابہام بھی ہے  
کون واقف کہ یہ ایشار و غنا کا داعی  
صرف خود ہیں ہی نہیں خود سر و خود کام بھی ہے

سوچتا ہوں کہ یہ انداز نبھے گا کیونکر ؟  
کیونکر اس کشمکش جاں سے رہائی ہوگی ؟  
کیسے سلجھے گا یہ افکار و حوادث کا تضاد ؟  
کیسے ظلمات میں پھر شعلہ نوائی ہوگی ؟

رُخ تشبیہ و کنایہ سے حجاب اُٹھ جائے  
ہو نہ جائے کہیں اسرارِ نہاں کی تشہیر  
کب تک آخر عمل کوتاہ و انکارِ دراز  
کر ہی لوں ہو سکے گر فکر و عمل کی تطہیر



مجھے انکار نہیں حسنِ عمل سے لیکن  
 دل و جاں ہیں کہ ادھر بائیں و آمادہ نہیں  
 لے ہی جاتا ہے انھیں جاذبہ گمراہی  
 وحشت و وحشت میں جہاں رگزر و جادہ نہیں

خانہ برباد خیالات کی شور انگیزی  
 ہائے بیچارگی صبر و استمرار و تمکین !  
 بزمِ عالم میں طرح طرح سے بہلاتا ہوں  
 نہیں ہوتی مگر اس ذوقِ نظر کی تسکین

حرفِ اخلاص و صفالہ پہ مگر دل میں وہی  
 خانماں سوزی ناموس و یقین ہے کہ جو ہمتی  
 میں نے ہر چند کہ تغیر کی کوشش کی ہے  
 وہی کیفیتِ ناثاد و حزین ہے کہ جو ہمتی

عرصۂ دہر میں ہر گام پہ پابندی ہے  
 کتنے آدابِ گراں بار سے مجبور ہوں میں  
 کیوں بکھرتی نہیں خورشیدِ سحر کی کرنیں؟  
 کب سے اس گنبدِ ظلمات میں محصور ہوں میں

RekhtaDownload.com

# سالِ نو

نو بہارِ رنگ و جلوہ، نو نیازِ آب و گل  
سالِ نو ہے یا کہ نیرنگِ طلسمِ روزگار!

سالِ پیشینِ بزمِ عالم سے روانہ ہو چکا  
سیلِ آتشِ ناک تھا یا دیدۂ خونابہ بار؟

امتدارِ وقت سے گنجینۂ ماضی ہوئے  
واژگوںِ بُت خانۂ ایام کے نقش و نگار



روز و شب کا کارواں قطع منازل کر چکا  
یا ابھی رخش تگاور ہو رہا ہے تازہ کار؛

موج نیساں کا بیوٹی ہے غبارِ رفتگاں  
مرقدِ شب سے ہوتی ہے صبح تارہ آشکار

ساغرِ دوشینہ مینائے سحر میں ڈھل گیا  
جادۂ بزمِ صبوحی بن گیا تارِ خمار

ہو چکا اے نُفثِ نگاں ! خورشیدِ تازہ کا طلوع  
نالہٴ شب گیر کی لیکن وہی ہے گِروِ دار

کون اقصائے جہاں میں معدلت گستر ہوا؛  
حد سے گزری نخلِ بندانِ چمن کی تار و مار

ملتِ مرغومہ ہے غوکردۂ عہدِ عتیق  
بندگاں مسکین و رسوا، خواجگاں عالی تنہا

جوہرِ ادراک میں اغیار بازی لے گئے  
ہم بھی کہتے رہے ماعول ہے نا سازگار

جن کی ہر موجِ نفسِ غورثیدِ عالمِ تابِ حق  
آج ان کے بام و درہیں اور شبِ تاریکِ نار

جن کے دم سے انجمن میں شورِ نوشا نوش تھا  
آج ہیں ماتم گسارِ گردشِ لیل و نہار

جراثِ رندانہ کا مرہون ہے عرفانِ ذات  
چاک ہے جمہور کے ہاتھوں قبائے شہریار

چھپ گیا اس شاہدِ مقصود کا جلوہ کہاں  
وصلہ تمکین دشمنِ دل شہیدِ انتظار

اب نکل کر رنگ و بو کے ریشمیں پیچاک سے  
آ کریں کشتِ وطن کو خونِ دل سے آبیار

کچھ جلالِ کبریا سے اکتسابِ فیض ہو  
چشمِ نم کی داستان کب تک کہیں گے بار بار

سالِ نو سے آکریں تجدیدِ پیمان و وفا  
کشتگانِ عشق کی ہر شے ہے وقفِ یارِ غار

یوں رہیں کب تک دُردی کشانِ بزمِ مے  
ساتھیں ہیں ڈال لیں میخانے کوستانِ وار

دشت میں آوارہ اک مشتِ غبارِ ناتواں  
یا تو منزل ہو سراپا، یا چراغِ رہ گزار

تیری فطرت مایہ دار لولوتے لالا بھی ہے  
کر اسے بطنِ صدف کو چیر کر آئینہ کار

تُو نے سیکھا ہے فقط اک آیتِ سوز و گداز  
بے کراں ہے اے سخنِ ور! قدرتِ پروردگار



تیرے نغمے کتنے کم کوش و تنک پرواز ہیں  
کس قدر محدود ہے حسن و ہوس کا کاروبار

فکر سے وابستہ تہذیب و تمدن کا فروغ  
فکر کی صیقل گری سے چوب سحر ذوالفقار

حدت و ابداع سے پاتا ہے فن نشو و نما  
مانگتی ہے خونِ دل تہ بندی نقش و نگار

جزر و مد رکت نہیں سرچشمہ فیضان کا  
اکتساب فیض ہے پابندِ ظرفِ مے گسار

ہر طرف آفاق میں بیتابی اظہار دیکھ  
دانہ دانہ لذتِ تخلیق سے ہے بیقرار

حسن ارزاں پھر مستاعِ گرمی بازار ہو  
نیری خوشبو سے خجل ہو نافہ مشکِ تبار

کھینچ اپنے موقلم سے نقش ہاتے رنگ رنگ  
پیکر تصویر عالمِ تاب ہو خورشید وار

لحن داؤدی بھی ہو آہنگِ رستاخیز بھی  
ممکناتِ زندگی کا شعر ہو آئینہ دار

ارضِ پاکستان ہو آفاق میں والا گھر  
سکِ مرواریدِ گردوں اس کے طالع پر نثار

خالد و فاروق کی یادوں کو پھر تازہ کریں  
خالقِ تقدیرِ عالم ہوں گدائے خاکسار!



## مرکالمہ

”یہ ناتواں جو سرِ رگزار بیٹھے ہیں  
قمارِ زلیست میں ہر داؤ ہار بیٹھے ہیں

ستیز گاہ سے روپوش و رُوسِیہ ہو کر  
نجانے کس لیے اب سو گوار بیٹھے ہیں

رمِ حیات کی گرمی نہیں رگ و پے میں  
اسیرِ کشِ مکشِ انتظار بیٹھے ہیں



انھیں گلہ ہے اگر، ہو، گلے سے کیا ہوگا  
یہ لوگ اپنا زمانہ گزار بیٹھے ہیں

حریف گردش لیل و نہار ہو نہ سکے  
شکست خوردہ ہیں سینہ فگار بیٹھے ہیں

جب آئے بزم شبانہ سے نامراد آئے  
سپیدہ دم یہ مجسم حصار بیٹھے ہیں

فریب کھا گئے آخر نگاہ پر فن سے  
یہ ہوشیار جو دیوانہ وار بیٹھے ہیں

یہ تیز کام بڑے عزم لے کے اٹھتے تھے  
پر آج کابل گیتی سنوار بیٹھے ہیں

بساط دہر پہ اس طرح مات کھائی ہے  
نشاط روح کا سرمایہ ہار بیٹھے ہیں

تَرے حَریمِ طرب میں نزولِ مستی و کیف  
نوائے بانوائے نابید و نعمتِ زہر

بتانِ سیم تن و کُبتانِ زرّیں تاج  
زمین پہ متافلہ اُترا ہو جیسے انجم کا

مالِ ذوقِ نظر تجھ پہ آشکار نہیں  
تزی ہو کس کو ہے صہبائے خام کا سودا

شکست و فتح تو معیارِ ذوق و شوق نہیں  
شکستہ پا ہیں تو کیا حوصلہ نہیں ہارا

ہمیں ملا ہے جہاں سے جہاں کا سوز و گداز  
اسی تڑپ سے رہیں گے ہمیشہ شعلہ نوا

برہنہ سر تو ہیں پر ہیں رقیبِ گردشِ دہر  
یہ خاکسارِ جہاں ، بے نوا ، دریدہ قبا

ہمارے جیب و گریباں ہیں چاک ، چاک سہی  
ہم اپنے جیب و گریباں کے چاک سی لیں گے

حیات تلخ سہی ، نوشش انگبیں نہ سہی  
ہمارے کام و دین دروزیت پنی لیں گے

حریر و مخمل و دیبا کی آرزو ہی نہیں  
ہمیں تو جینا ہے خاشاک و نخس پہ جی لیں گے

چراغ را بگذر بجھ چکا ہے ، بجھنے دو !  
دل و نظر کے چراغوں سے روشنی لیں گے

رہ و فنا میں بہر گام ہیں نشیب و فراز  
بڑھے گئے تو نشیبوں کو پاٹ ہی لیں گے

حصارِ ظلم کی دیوار سخت ہے لیکن  
لگے رہے تو یہ دیوار چاٹ ہی لیں گے



نشاطِ فکر و عمل کی جنوں نوازی سے  
غمِ جہاں کے کڑے کوس کاٹ ہی لیں گے

ہمارے جیب و گریباں ہیں چاک ، چاک سہی  
ہم اپنے جیب و گریباں کے چاک سی لیں گے



# اول شب

اکثر شب خاموش میں  
 اک عالم مدہوش میں  
 قلبِ حزیں کی دھڑکنیں  
 جب پرسکوں ہو جاتی ہیں  
 اور پسلوئے بے خواب میں  
 تھک ہار کر سو جاتی ہیں  
 دُور آسماں پر چاند بھی  
 تاروں کے مرمر زار میں

محبوب آب و تاب سے  
کرنوں کا برساتا ہے نور  
جب ہر طرف خوابیدگی  
زہرہ کے نغمہ زار سے  
نوریں روا کی شکل میں  
آتی ہے اور چھا جاتی ہے  
اس وقت میرے ذہن میں  
جلتی ہے اک دیک کی جوت

گزرے ہوئے ایام کے  
کچھ گنگنا تے ستارے  
آ کر جلاتے ہیں دہیے  
اور اپنے بچپن کی حبیبیں  
اجلی سنہری یاد میں  
یک لخت کھو جانا ہوں میں  
نقش و نگار رنگ تھے  
فردوس بر روئے زمیں  
اک نوشگفتہ نو نہال



گلبرگ پیکر، خورد سال  
ممثل غزال خوش خرام  
چابک سوار صبح و شام  
حسن نجستہ کام سے  
سرمایہ اندوز بہار  
فطرت کے اسرار دروں  
جس کی فطانت پر نثار  
سود و زیاں میں غوطہ زن  
ہونا ابھی سیکھا نہ تھا  
جب مصلحت کے داغ سے  
دامن مرا سیلا نہ تھا

کیا دور تھا طفلی کا دور!  
سوزِ نفس سے گرم تر  
موجِ سحر سے نرم تر  
لیکن مُرورِ وقت پر  
اے دل! کیا ہے تُو نے غور؟  
کیا میسے لب، میری زباں

اب بھی فریبِ وقت سے  
 ہیں مصلحتِ نا آشنا؛  
 کیا توتلے اظہار کی  
 باقی ہیں وہ بے باکیاں؟  
 کیا اب بھی دیکھا ہے کبھی  
 خورشیدِ عالمِ تاب کو  
 آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر  
 جیسے لڑکپن میں اسے  
 تم دیکھتے تھے بار بار؟

اے چاند! اے بھوتے رواں!  
 تیرے چمکتے چہرے میں  
 ہے کس قدر میٹھا سکون!  
 بادِ بھری گھمبیرتا  
 اے آسماں کے دیوتا!  
 اس سوچ اس احساس سے  
 افسردہ ہو جاتا ہوں میں  
 تھک مار کر کچھ دیر بعد

یادوں کی چادر اوڑھ کر  
 خوابوں میں کھو جاتا ہوں میں  
 اکشر شب خاموش میں  
 کرنوں کی نرم آغوش میں  
 رس پی کے سو جاتا ہوں میں!

RekhtaDownload.com



## رانی باغ (حیدر آباد)

ملکِ نشاط ، شرطرب ، کوچہ مراد  
ذوقِ جفا طرازیِ خواباں سے لالہ زار

اک نو بہارِ ناز کی مشاطگیِ ناز  
اوراقِ کاخ و کو کے حواشی سے آشکار

مصروفِ بندوبست تھے ایامِ فروویں  
گلنار تھے نہالِ تمنا کے برگ و بار

سطحِ زمیں پہ ساحتِ گردوں کا تھا گماں  
اک کاروانِ گلُ تھے پری پھرگاں نگار

ایسے میں ایک شام جو نکلے پئے خرام  
مستِ مئے شبانہ و سرگشتہ خمار

پھرتے پھرتے کنجِ چمن میں پہنچ گئے  
رختِ صبا بھی جس کی لطافت سے داغدار

فیضِ نو سے خوشہ پرویں تھی گلُ زمیں  
پھولوں سے زرنegar تھا دامنِ شاخسار

کچھ پھول چُن کے زینتِ داماں بنا لیے  
وہ پھول جن سے لعلِ بدخشاں بھی شرمسار

غورِ شیدوار، دستِ خانی کے لمس سے  
بیدار ہو گئے گل و ریمان و کوکسار

کچھ اور بڑھ گئی حشمِ کامل کی برہمی  
کچھ اور تمتا اُٹھے دیکھے ہوئے عذار

مشرکوں کے زیرِ سایہ غمِ آرزو تپاں  
کیفیتِ بدن میں رگِ تاک کا فشار

اک جنسِ عجز جس کی بہا دولت فراغ  
اک نیم ناز جس پر زرِ زندگی نثار

گلگشتِ ناز سے جو روشِ باغ باغ تھی  
اُگتے ہیں اس مقام پہ لالے جگرِ فگار

شرمندہ جن سے تھا شبِ مہتاب کا فروغ  
جن سے خجل تھی مخملِ دو خوابہ بہار

جن میں بسی ہوتی ہے ترے سانس کی شمیم  
جن میں رچا ہوا ہے ترے جسم کا خمار



یمنِ قدم نے جن کو زرِ ناب کر دیا  
اب تک ترس رہے ہیں کسی کو وہ رہ گزار

اعجاز تھا کرشمہ تھا کوئی طلسم تھا  
جذبِ گریزِ پا کے تعاقب میں بے قرار

دیوانہ وار پھرتا ہے اس سرزمین پر  
سرخیلِ عاشقاں، مئے دوشی کالائے خوار

یادوں کے باسی پھولوں سے دامن بھرے ہوئے  
وحشتِ خرامِ عرصہ اندوہ انتظار

مجنوں سے ملتا جلتا کوئی خانماں خراب  
خالد کے نام کا کوئی آوارہ دیار !



## درغنفوانِ جوانی.....

کبھی لمسِ سرِ مضراب سے نغمات کا سیل  
 پھوٹ بہتا تھا ترے بربطِ مستانہ سے  
 جب گراں بارہی جذبات سے بیخود ہو کر  
 پھول - انگارے نکلتے لبِ دروانہ سے

خواب آلود نگاہوں کے جیا بار پیام  
 دل بیتاب کی دھڑکن کے امیں ہوتے تھے  
 خلوتِ ناز کے سرِ جوشِ خماریں افسوں  
 کتنے بیگانے مگر کتنے قریں ہوتے تھے

۱۲۱  
دل خیاباں تھا ترے جلوؤں کی آرائش سے  
تیری خوشبو سے مہکتا تھا جنوں کا صحرا  
گردشِ شام و سحر رک سی گئی تھی شاید  
سحرِ بابل بھی ترے سامنے شرمندہ تھا

وہی دل ہے وہی مضمون وفا ہے لیکن  
جو شکن کا کل پیچاں میں ہے برہم تر ہے  
لب شکر خند باندازِ مدارا ہے فقط  
وہ نوازش کہ دل زار پہ تھی کم تر ہے

وہ نظر جس نے سرافراز کیا تھا مجھ کو  
آج کہتی ہے کہ رُسوائے سرِ عام نہ کر  
بھول جا عہدِ تمنا کی بہاریں یادیں  
تھا وہ اک خواب - نظارہ مجھے بدنام نہ کر



نشہ بادۂ احمر میں نہ سوچا میں نے  
 ٹوٹ جاتے گاترے مر مرے جلووں کا حصار  
 آشنا یا نہ پر اسرار لگا ہوں کا طلسم  
 کبھی ہو جائے گا سر جادۂ نسیاں کا غبار

میں نے چاہا بھی اگر تجھ کو بہ نادانی شوق  
 جرات آموز تمنا تھی تری پریش ناز  
 نہ رہا حرف جنوں حسدِ ادب کا پابند  
 لبِ وارفتہ کی لرزش سے ہوا تھا آغاز

حسنِ پرکار تھا آخر مستلون نکلا  
 عشقِ سودائی تھا یک دائۂ دل ہار گیا  
 آج اس دل پہ ہے الزامِ فریب و حشت  
 جو تری حبسِ وہ گہ ناز سے خونبار گیا

میں ان ایامِ چراغاں کو بھلا دوں کیسے؟  
 کہیں پھونکوں سے چراغِ گل تر بجھتا ہے؟  
 صلہِ حُرمِ تنہا ہے دوامِ کلفت  
 ملتب ہو کے کہیں سوزِ حُجرِ بجھتا ہے؟

گو مرا شوقِ تری بزم سے ناکام آیا  
 اور ناکامی کے احساس سے دلگیر بھی ہے  
 پھر بھی ممنون ہوں اے جلوۂ رم آمادہ!  
 اس میں اک شائبہِ خوبیِ تقدیر بھی ہے

تیسرے افسونِ نگاریں نے بعنوانِ گریز  
 دل کو احساس دیا آنکھ کو بینائی دی  
 میرے افکارِ تنک مایہ کو رفعتِ بخشی  
 مرے وجدان کو آفاق کی پہنائی دی

سُک اُٹھتی ہیں تری یاد سے ویراں راتیں  
 کہکشاں تاب ہے محفل مری تنہائی کی  
 کتنا مشکل تھا عنمِ عشق سے جانبر ہونا  
 دلِ پُرخوں نے عنمِ جاں کی پذیرائی کی

شوق کو تشنگی کام و دہن ہے مہمیز  
 نامتامی سے عبارت ہے کم و کیفِ شہود  
 زخمہ درد سے کھلتا ہے گلِ نغمہ کیف  
 کیمیا بنتا ہے تپ تپ کے مسِ خامِ وجود





## واسوخت

یہ کس معنی آتش نوانے چھیڑ دیا  
افق کے پار کہیں زمزمہ تمست کا؟

اک ارتعاش ہوا دل میں جب بہ کیف تمام  
فضا میں نغمہ اندوہ لگیں بلند ہوا

یہ کس کا حسن مجسم سوال ہے پھر سے :  
ہجومِ نغمہ و گل میں تو مجھ کو بھول گیا؟

نشاطِ رفتہ کی موہوم رہ گزاروں میں  
پکارتی ہے کسے بوئے نرگس شہلا؟

یہ کس کی تمکنتِ نازِ منفعل ہو کر  
ادائے شرم سے کہتی ہے ماجرا دل کا؟

کہاں پہ کھو گئی تاثیرِ چشمِ پُر فن کی؟  
کہ اب نہ ذوقِ طلب ہے نہ امتحانِ وفا!

مرے سکوت سے کیوں اے بہشتِ نظارہ!  
رہینِ یاس ہے تیرا جمالِ روزِ افروز؟

حکایتِ غم و اندوہ خوشگوار نہیں  
وگرنہ کیفیتِ قلبِ تجھ سے کہ ہی دوں

وہ رنگ و نور میں ڈوبے ہوئے جمیل نقوش  
وہ تیسرے جسم کے رنگین و مرمریں افسوں

تری عمیق نگاہوں کے وہ فسانہ شوق  
بلیغ و دلکش و مبہم، لطیف و گونا گوں

تری لطافت و سطوت، نزاکت و تمکیں  
وہ التفات و تغافل کے جلوے بوقلموں

حسیں لبوں میں مئے ناب و آتشیں کا سرور  
گداز باہوں میں تسکین اضطرابِ دروں

اک التجائے خفی، اک ادائے استرحام  
تری نگاہ کے خاموشی اُن کے پیغام



حدیثِ راز کی سرستیوں میں کھوئی ہوئی  
وہ قربتوں کی حلاوت وہ عیشِ برقِ خرام

یہی اثاثہ ہے میسرِ دیارِ حرام کا  
متاعِ عشرتِ آغماز و حسرتِ انجام

اسی سے روشن و رنگیں ہے شامِ غمِ اے دوست  
اسی سے مجھ کو گوارا ہے کلفتِ ایام!

تو میری چُپ کو سمجھتا ہے رنجشِ بے جا  
میں سوچتا ہوں کہ تیرا جمالِ رسوا ہے

لطیف و شوخ ہیں حُسنِ ملیح کے انداز  
پر ان سے خواہشِ تحسینِ عام پیدا ہے

سُردگی بھی تون بھی برہمی بھی ہے  
ادا ادا میں نئی رمز ہے اشارا ہے

گلُ شگفتہ فغاں سنج ہے کہ تیری نگاہ  
منسرب غوردہ رنگینی تماشا ہے

وہ پاسداری ناموسِ خلوتِ محبوب  
نکل کے نافہ آہو سے مشکِ صحرا ہے

ترے جمال کے پرتو سے جو گلُ افشاں مہتی  
وہ سوز و ساز کی محفل چراغ کشتہ ہے

تُو دل نواز ہے پر تیرا حُسن بزم آرا  
وفا کی جنس گرامی سے ناشناسا ہے

نہ ڈھونڈھ مجھ کو گلستاں کے کنجِ غلوت میں  
کہ دل پذیر نہیں تیسرا عشوۂ پرکار

جہاں پہ تھیں ترے جلووں کی نزہتیں آباد  
جہاں پہ غلہ بدایاں تھے سیمگوں انوار

وہ رقص گاہ و شبستاں میں نور سے محروم  
وہ مرغزار و خیاباں میں وحشتیں بکسار

چراغ بجھ گئے، خاموش ہو گئے فانوس  
الچھ کے رہ گئے تیری نگاہ کے اسرار

ربابِ عیش و طرب پر ترانہ سنج نہ ہو  
کہ جاں نواز نہیں تیسرا نغمہ سرشار

نہ پوچھ جنتِ گم گشتہ کی بہار اے دوست!  
بہارِ جنتِ گم گشتہ ہے خزاں آثار



غمِ حیات کی راہوں میں گامِ فرسا ہوں  
کہ سازگار نہیں مجھ کو نہ بہت گلزار

حریمِ شوق میں اب میرا انتظار نہ کر  
نگاہِ ناز کو منت کشِ خسار نہ کر!

RekhtaDownload.com

# ذکر و فکر

یادِ ایتام کہ نختے لالہ رخوں سے پیمیاں  
ہائے وہ جوش بہاراں وہ جنوں کے سماں!

گنگنائے ہوئے لمحات کا پُر سوز سرود  
عشرتِ صحبتِ خواباں کا گدازِ پنہاں

دیدہ و دل کے بدلتے ہوئے دوش و امروز  
خلشِ سوزِ دروں کے متغیّر عنوان

منزلیں بے خودی کی ، مرحلے رسوائی کے  
قربتِ سنگ و جہی ، وصلتِ جیب و داماں

خاں مشکیں سے کبھی رخصتِ صبر و تمکیں  
نفتہ ایماں کبھی رعنائیِ مست پر قرباں

کبھی سودا حنہ کاکل کی گرہ گیری کا  
کبھی آشوبِ جگر ، شوخیِ چشمِ حیراں

ہردو جانب کبھی بیگانہ وشی کے انداز  
کبھی مدہوشیِ آغوش میں یک پیر و جاں

کاروبارِ ہوس و شوق کے چرچے دن رات  
کبھی نوش لبِ لعلیں ، کبھی نیشِ مرثاں

شعلہ کرمکِ شب تاب و چراغِ شبِ ماہ  
یعنی ہر گام پہ فناؤںِ جمالِ افروزاں



اب بھی یاد آتے ہیں اکثر شب تنہائی میں  
دوش و بازو پہ کسی شعلہ بدن کے احساں

ہائے کیا دن تھے کہ آباد تھا ویرانہ دل  
حاصل عمر رواں تھے وہ مہ و سالِ جوان

اب بھی ہو سکتی ہے آرائش کا شانہ دل  
اب بھی مائل بہ کرم ہیں لب و رخسارِ بتاں

بسکہ دل سوز ہیں اب بھی یہ حکایاتِ جنوں  
وہ جگر کاوی و سوزِ دلِ مرحوم کہاں؟

ذوق پرور نہیں افسونِ خدو خال کا ذکر  
نکستِ پیرِ من و آتشِ سیال کا ذکر

بھڑک اُٹھے نہ کہیں آتشِ رفتہ پھر سے  
پھر کیا تو نے کسی شوخِ جواں سال کا ذکر

تو سنِ شوقِ نئی راہ پہ پیل نکلا ہے  
آ نہ بجائے کہیں اس جاہِ پاماں کا ذکر

اور بھی فرصتِ ہستی کے ہیں مصرفِ کتنے  
ہم نشیں چھڑ نہ گزرے ہوئے احوال کا ذکر

آشنا ہوں نئے نغموں کے ہم وزیر سے گوش  
کیوں نہ چھڑیں نئے سرگرم نئے سرتال کا ذکر

کب سے بے لذت پرواز ہیں مرغانِ اسیر  
آ کریں سوختہ جانوں سے پرو بال کا ذکر

ذوقِ باغی ہے روایاتِ گل و بلبُل سے

کون سُنا رہے ماضی کے فرو فال کا ذکر؟

غم کتنی غم جاناں سے کہیں بہلا ہے  
آہ یہ رنج گراں جس کا مداوا نہ ہوا!

عرصہ جہد و طلب میں غنم محرومی کا  
یادِ آیام سے درماں کبھی ہو گا نہ ہوا

عارض و لب کی حلاوت سے بھی چاہا اکثر  
کبھی تذبذبِ الم ہو مگر ایسا نہ ہوا

ذکرِ محبوب سے کیا دل کی تسلی ہو گی؟  
وصلِ محبوب سے بھی درد کا چارا نہ ہوا

کس طرح باندھے کوئی حُسن سے پیمانِ وفا  
حُسن ہی جب سپرِ ضربتِ تیشہ نہ ہوا

ان سہاروں سے مٹی پر نہ مٹی تلخ زلیست  
شوق کس کس طرح اس کو چے میں رسوا نہ ہوا



حُسن و اُلفت کی حکایات دلاویز سہی  
لیکن ان سے کبھی آساں غم فردا نہ ہوا

آج رگ رگ میں ہے بیتابیِ احساس نو  
آتشیں لذتِ تخلیق سے ہیں کوہ و دمن

دیدہ و دل کے حجابات کہن چاک ہوئے  
فکر و احساس نے اوڑھا ہے نیا پیراہن

رات کی تیرہ فضا اس سے گھسل جاتے گی  
نورِ خورشید سے رنگیں ہے سحر کا دامن

لیکن آثارِ صنادرِ کہن باقی ہیں  
تشنہ خوں ہے ابھی کش کش دار و رسن

قصہء عشم اسی عنوان سے پیا جاتا ہے  
خونچکاں ہے سی انداز سے بوئے گلشن

وہی صیاد کہیں گہ میں وہی دانہ و دام  
وہی واماندگی شوق ہے مقسوم چمن

وہی افسوں ہیں وہی حیلہ گرمی کے شبخوں  
دشتِ تاتار میں حیراں ہیں غزالانِ نعتن

نغمہ و شعر ہیں پابستہ زنجیر جنوں  
خونِ آشام ہے پامالی سرو و سوسن

وادی زر میں سراپہمہ ہے عذرائے ادب  
کوئے تزویر میں آشفتنہ ہے زرینہء فن

جزر و مد بربط گیتی کے حزیں نغموں کا  
میسر آئینہ افکار میں ہے عکسِ فغن

شعلہ زن ہے رگ الفاظ میں خوناب جگر  
تجربہ گاہ حوادث میں پلا ہے مرا فن

کب تملک کرتے رہیں مدح اسالیب قدیم؟  
وائے بر شیوۂ فرسودہ ابنائے زمن!

کب تملک شاہدِ نغمہ پہ سلاسل کی گرفت؟  
کب تملک قسمتِ افکار میں زنداں و کفن؟

عرصہ دہر میں نغموں کو پر افشاں کر دیں  
لیٹی شعر کی زلفوں کو پریشاں کر دیں

ذوقِ تخلیق سے کر لیں نئی دُنیا تعمیر  
شوقِ تجرید سے صحرا کو گلستاں کر دیں



بخش دیں ذرّہ ناپیز کو خورشید کا سوز  
گل پڑ مردہ کو رشکِ در و مرجاں کر دیں

حسنِ کاری کو کریں قدغنِ بے جا سے رہا  
اور فنِ کار کو تفتیرِ بداماں کر دیں

بزمِ آفاق میں برپا ہوں وہ اقدارِ حیات  
پھر سے جو عظمتِ انساں کو نمایاں کر دیں

یادِ ایام کے جادو سے نکل کر خالد  
زورِ کردار سے افلاک کو رقصاں کر دیں!

---



# بہار و خزاں

بہار آئی

مشامِ جاں کو خوشبوئے نگار آئی

سنہری کو نیلیں پھوٹیں

در و دیوار پر بیلوں نے تانی لہریا چلن

بھرے پھولوں سے خوبانِ چمن کے شبنمی دامن

ہوائیں گنگنائی ہیں بجاتے ہیں درخت ارگن

کراں سے تاکراں شاداب فصلیں لہہا اٹھیں  
 تشکر سے نگاہیں ڈبڈبا کر مسکرا اٹھیں  
 لکیریں ملگجی پیشانیوں کی تمتما اٹھیں  
 سر صحرایا سمن زاروں کا گلزاروں کا منظر ہے  
 زمین کا چہچہہ چپہ رشکِ اوراقِ مصوّر ہے  
 کسانوں کی کھٹن کڑیل مشقت بار آور ہے  
 (مشیتِ روزِ اول سے اول العزموں کی یاد ہے)  
 بساطِ فرش پر سبزے کی سج و سجِ روح پرور ہے  
 زمیں سے نافہ نافہ پھوٹتی مہکار میں کھو کر  
 جواں جذبات کی ہلچل سے سرمست نوا ہو کر  
 فضاؤں میں تمھارا نغمہ لہرایا

گر سنہ چار پاؤں نے وہ سبزہ کھا لیا ہمارا  
 درانتی کے حریص و تیز دانتوں نے  
 زمرد و نامِ فصلوں کو چبا ڈالا



بپا ہے غلغلہ ہیمنت رُت کی آمد آمد کا

خسراں آئی

اور آتے ہی لباسِ رنگ و بو کو نوچ کر اس نے

چمن کے سبز پوشوں کو سراپا کر دیا ننکا

(بھری محفل میں خوش قامت ہوئے رُسوا)

زمتاں کی اداس افسردہ کھڑی فضاؤں میں

بدن کو چیرتی بے مہر برفیلی ہواؤں میں

تھارے آتشیں نمنوں کی متانہ نواتیں

اب بھی اُبھریں گی؟

---



# اخترشناس

نگار خانہ ہے سطح سپر مینائی  
 ہر ایک شے ہے مشیت کی رمز و عقدہ و راز  
 ہجوم فکر سے دل موج و کش لرزتا ہے  
 کہ نیشہ نازک و صہبائے آ بگینہ گداز  
 اسیر علت و معلول ہے نمودِ ہنس  
 کشورِ باب ظفر کی کلید ہے تہمت و تراز  
 ہے کوہن کے لیے زندگی عذاب الیم

بفیضِ جلوۂ شیریں ، نگاہِ پُر فن میں  
 ہزار لعبتِ رنگیں ، ہزار پیکرِ ناز  
 اُٹھے جو مندرِ مرمر سے برنگندہ نقاب  
 اُبھرنے دینے لگے نیم رس نشیب و فراز  
 زمیں بچھاتی ہے قدموں میں فرشِ لالہ و گل  
 سپہرِ بنتا ہے اطلسِ پئے و سادۂ ناز  
 کھلا جو ضربتِ تیشہ سے بابِ بوقلموں  
 قطارِ بستہ بیولے جھکے برائے نیاز  
 حریمِ حسن کا پردہ صبا اللطیف ہے  
 کسی کا رازِ دروں آشکار ہوتا ہے  
 فقط نگاہ پہ ہوتا ہے فیصلہ دل کا  
 دماغِ دار نہیں لیتے مشورہ دل کا  
 نڈا شبوں کو یہ آتی ہے چاہِ بابل سے  
 فسوں ساعد و ساق و کنار و کاکل سے  
 کوئی فرشتہ تو ماروت ہے کوئی ہاروت  
 خردِ فریب ہے نیرنگیِ صعود و صبوط  
 ازل سے لازم و ملزوم ہیں رجا و قنوط



خدا کے بندوں کی دمساز ہے دعائے قنوت  
 کہ ہے یہ خاطر مجموع و مطمئن کا ثبوت  
 فراز چرخ سے جاری ہے سبیل سکوت  
 ورائے حد خرد ہیں لطائف لاہوت

ہیں تارے اس طرح آئینہ بند چرخ بریں  
 کہ جیسے عربدے دنبالہ گرد چشم علیل  
 نسیم جیسے خراماں فضائے گلشن میں  
 عسس کا جس طرح اندیشہ قلب رہزن میں  
 کچھ اس سلیقے کی ترتیب انتشار میں ہے  
 کہ جیسے زلف کی خوشبو صبا کے دامن میں  
 کہ جیسے پتے پر اگندہ گھر کے آئین میں  
 کہ جیسے غم زدہ بیتا کنارِ راون میں  
 کہ جیسے ذہن مفکر میں ارباب و یقین  
 ضمیرِ نغمہ سرا — شاد و مستمند و غمیں  
 جہاں خیال کے پیکر بنائے جاتے ہیں

تعیّنات کے پردے اٹھائے جاتے ہیں  
 بہ دست ہائے فنا بستہ بکرِ معنی کو  
 مئے ظہور کے ساغر پلائے جاتے ہیں  
 مجسماتِ صداقت، بستانِ وہم و گماں  
 شبانہ روز سنوائے سجائے جاتے ہیں!

یہ دُبّ اکبر و اصغر، یہ طارق و جوزا  
 جنھیں سموطِ لانی کہیں اگر تو بجا  
 چاریوں کا دوالی کے جیسے جھگھٹ ہو  
 کھلی منڈیروں پہ ہمجولیوں کا جھرمٹ ہو  
 دو آبِ بست جلدھر کا کوئی پگھٹ ہو  
 سہاگ رات کسی کامنی کا گھونگھٹ ہو!  
 سماں بسنت کا ہے کہکشاں کے ٹاپو میں  
 کہ شمالا مار میں تھوار ہے چراغاں کا  
 مچی ہے چار طرف دھوم رہیں لیلہ کی  
 کہ پھاگ کھیلتی ہیں گوپیاں کنہیا کی



تمام غشوہ و غنچ و دلال و بوس و مساس  
 کہ میگھ دوت میں جیسے خیال کالی داس  
 کنارے گوکل و گنگا کے جیسے جل پریاں  
 ادائے دلبری سے غسل آفتابی کریں  
 فضا کو عکس رخ و ران سے گلابی کریں  
 خمارِ ہشتم سے ہر شخص کو شرابی کریں  
 گٹھیلے گندی پنڈے دھکتے کندن سے  
 کچوں کے گھاٹ پہ پھڑپھڑی سفینے جو بن کے  
 کہ جس طرح کوئی سنجوگتا سونمبر میں  
 نگاہ شوق کو گستاخیوں کی دعوت دے  
 کہ نیاں نام سے رادھا کے من میں جوت جلے!  
 اودھ کی شام کہ دربارِ جانِ عالم کا  
 ہے جس میں ہمہ اندر سبھا کے سرگم کا  
 اڑن کھٹولوں پہ جس طرح الپسراتیں ہوں  
 سنہرے ثنائوں پہ اڑتی ہوئی گھٹائیں ہوں  
 کہ چاہ دل میں پروہت کے دیو داسی کی  
 میان ترک و طلب کش مکش پلاسی کی



بجا رہی ہے پیانہ یہ کون مہ بانو؟  
 دم سماع نکلتی ہے جان سینے سے  
 روایتے بود از لب رحنِ مخموش  
 حکایتے بود از رخ شفیقِ نعمانش  
 برخ نقاب چہ بند کہ از فروزش رنگ!  
 درون جامہ توان دید نیز عریانیش!

جوان رات میں جذبات جھنجھٹاتے ہیں،  
 شبوں کے راج دلارے سبھا سجاتے ہیں  
 نکل کے کیفوں سے شعرو سخن کے متوالے  
 مستندرانہ پُر اسرار شاہراہوں پر  
 یادِ حسنِ بتاں، دھونیاں رمانے ہیں  
 کنوارے راز دلوں کے لبوں پہ آتے ہیں  
 کہیں ترانے بھی طنبورے میں سماتے ہیں؟  
 بیک پیالہ مے، صد حجاب بر خیزد!  
 یہ آسمان بھی دیوانِ شوق و حسرت ہے

ہر اک ستارہ ہے گلزارِ رنگ و رعنائی  
 ہے آشکار کچھ اس طرح ذوقِ پیدائی  
 کہ عنفوانِ جوانی کی سینہ زوری میں  
 ہو چہرہ لال بھبھو کا کسی پری رو کا  
 نسیم جیسے گراں بار اپنی خوشبو سے  
 مہ تمام میں منظرِ جوار بھائے کا !  
 ہر اک ستارے میں آباد ہے جہانِ طلسم  
 روشِ روش ہمہ رامش چمن چمن ہمہ رنگ  
 میانِ شوق و پرستش ہزار ہا من رنگ  
 جمالِ یار نہ بخشے احبازتِ اظہار  
 تو شوقِ سینے میں اس طرح بے قرار نہ ہو  
 عنانِ گستہ تراز ابرِ نو بہار نہ ہو  
 حریرِ منکر ہے یوں ہر نورد میں سو رنگ  
 کہ جیسے ساحلِ دریا پہ لعبتِ من رنگ  
 چو سر نوشت مرا کلکِ کردگار نوشت  
 خطِ غلامیِ خوابانِ روزگار نوشت

اگر بہ دل نہ غلہ ہر چہ از نظر گزرد  
 رہے روانی عمرے کہ در سفر گزرد!  
 خیال — وادی و کوہ و کمر میں آوارہ  
 خضر کا بے در و دیوار گھر تلاش کرے  
 رہ و فنا میں کوئی ہم سفر تلاش کرے  
 جہاں متاعِ تمنا کو خوفِ دزد نہ ہو  
 بچارہ ایسا کوئی مستفتر تلاش کرے  
 کہ جیسے کوئی فروشندہ عطرِ عنبر کا  
 پیالہ لے کے گدائی کا کوچہ کوچہ پھرے  
 کہ جیسے کوئی ادیب اُردوئے معلّے کا  
 عیارِ طبعِ غریدار دیکھ دیکھ کڑھے  
 سنا ہے صیرفی کائنات سے ہم نے  
 کہ احتیاجِ زرباب کو رصاص کرے  
 سمور و سرمہ کو خاکستر و پلاس کرے  
 پتنگا شمع سے جل جل کے التماس کرے  
 شہیدِ ناز کہاں دعویٰ قصاص کرے؟  
 کہ اس جہاں کے کسی چارہ گر کے پاس نہیں



دواتے دردِ محبت ، علاجِ ذوقِ جمال  
 کہ لکھ دیا ہے اسے بُوعلی نے داءِ عُضال  
 بیا کہ پردۂ گلِ زیرِ ہفتِ حنائے چشم  
 کشیدہ ایم بہ تحریرِ کارِ گاہِ خیال

مثالِ مالِ دریا و حالِ مُتَشَقِّقِ ست  
 دہند شوقِ ولے رخصتِ نظر نہ دہند  
 اگر کہیں سے المہِ دین کا چراغ ملے  
 ارم کی جنتِ گم گشتہ کا سراغ ملے  
 شکستہ — کوئی پہلو میں مسند آرا ہو  
 کوئی رمیکہ بہ ربطِ پہ نغمہ پیرا ہو  
 نگارِ ارمی کوئی ، کوئی مدھو بالا  
 کوئی سلومی و سیفو ، کوئی قلو پطرہ  
 زمیں پہ بیٹھے ہوئے خلد کا ہو نظارہ  
 طلوعِ شامِ دل آویز و نفیس و پیرس  
 ہو جس میں رونق و رنگِ کراچی و لاہور

چلیں بیادِ حریفانِ شرابِ ناب کے دور  
 سگتے بجھتے جھروکوں سے جھانکتے چت چور  
 سبھل سڈول بدن کام روپ من کے کٹھور  
 قدم قدم پہ مستابِل سچیلے سینہ زور  
 شکم برنگِ صدف ، چھاتیاں نیکیلی نکور  
 کچھ اس قبیل کی نرمی خرام ناز میں ہو  
 کہ جیسے چوٹ پہ کرتے ہیں ہلکے ہلکے ٹکور  
 حرمِ حسن میں انبوہ آرزو مسنداں  
 حضورِ ماہ ہیں سینہ کتاں ہوں جیسے چکور  
 ہمیشہ کنگرہ عرش سے پکارتے ہیں  
 اطاقِ دل میں یستیں کا چراغ روشن ہو  
 تو بندگانِ اولوالعزم و تازہ ہمت کو  
 یہ اوج گاہِ عطار دے ہے ایک گام کی جست

خدا کی دین ہے ادراکِ آگہی مجھ کو  
 ہے سوز و ساز کا سرچشمہ شاعری مجھ کو

عطا ہوئی ہے ارسطو کی مسندِ حکمت  
 نہیں ہے خواہشِ تختِ سکندری مجھ کو  
 یہی وسیلہ ہے تہذیبِ نفسِ ناطق کا  
 وہ دے کے بولے مذاقِ نواگری مجھ کو  
 ثریٰ سے تابِ ثریا، سمک سے تابِ سماک  
 کہاں کہاں لیے پھرتی ہے زندگی مجھ کو!  
 میں اپنے طالعِ میہوں پہ کیوں نہ ناز کروں؟  
 ملی ہے ملکِ سخن کی پمبیری مجھ کو!

---





## پندِ دانا

بازی تنِ من کی لگاؤ زندگی کی دوڑ میں  
زندگی اک کھیل ہے، کھیلو اسے مردانہ وار

موت سے پہلے کشاکش سے ملی کس کو نجات ہے  
یہ تماشا گاہِ عالم ہے مضیقِ گیر و دار

کھٹکھٹاؤ تو کھلے گا درِ تمہارے واسطے  
زندگی ایمان و عزم و آرزو و انتظار

ثروتِ جاہل ہے دولت، ثروتِ عاقل ہے علم  
کون دونوں میں ہے مفلس؟ کس کا زندوں میں شمار؟

ذوالفقارِ دل کو ذکر و فکر سے صیقل کرو  
چادر اوڑھو جہنم کی، پہنو لباسِ انکسار

حقی و انصاف و مساوات و مسرت کے لیے  
دو اگر دینا پڑے غمِ دلِ تمثالِ دارا

---



# الف، ب

ا: ترے دل میں ہوسِ مدح و ستائش کے سوا  
کوئی خواہش کوئی ارمان کوئی خواب نہیں؟

ب: ہے تو، لیکن میں کوئی رابعہ و لہ نہی  
میں سمجھتی ہوں کہ تسکینِ حواسِ خمسہ  
خلدِ موعودہ کی لذت سے ہے بڑھ کے

کیسے؟

ا:



ب: یہ گلن کھیلتی سرشار و جواں موج نسیم  
 ہر بن موسے اُمت ڈتا ہوا سیلابِ شمیم  
 یہ تمنا کی قناتیں یہ محبت کے حریم  
 دلِ انساں کی فتوحات یہ الطافِ عمیم  
 برملا کہتے ہیں ایسے ایسے!



## خوشاروانی عمر کے کہ در سفر گزرد

اگرچہ حُسن و لطافت میں کم نہیں لاہور  
ترے نظارے کہاں بھولتے ہیں لاہور

قدم قدم پہ حسیں جلوے شبِ نیم افشاں ہیں  
نظرِ نظر سے رواں ایک سیلِ مستی و نور

غزالِ دشت کی مانند تیرے کھیتوں میں  
نسیمِ نکہتِ مستانہ کی طرح مسرور

وہ قصرات و کوا عیب وہ لُلو و مکنون  
نگاہِ عشق سے پنہاں ، خیاں میں مستور

حسان و ادنیٰ فردوس کا اچھوتا حُسن  
فضائے خلد و جہاں جن سے سرخوش و مسحور

اُتر کے عرش سے محو خرام ہیں شاید  
تمام مرمر و مرجان ، تمام نغمہ و نور

کرم نواز ، چمن چہر و گلبدن شہناز  
حجاب و عصمت و عفت کے پکیرانِ غبور

دراز سرمتی پلکیں گھنیری پُر اسرار  
عمیق نیلمی آنکھیں شراب سے بھر پور

مری نگاہ میں پھرتا ہے سحر جالندھر  
وہ جلوگہ کہ تھی انوارِ حُسن سے معمور



وہی اٹھان وہی سر بلندی انداز  
وہی جمیل ادائیں شگفتہ و مغرور

وہ حُسنِ سادہ کی وارفتگی یہاں بھی ہے  
وہی نگاہیں ہیں خوابیدہ شرمیلیں مخمور

وہی نجوم وہی چاند ہیں یہاں ضوِ پاش  
فرازِ چرخ سے گرتی ہے سلسبیلِ نور

سکوتِ شام کی خنکی ہے کس قدر جاں بخش  
فضا میں چھا رہا ہے ایک ہلکا ہلکا سرور

تری فضاؤں کی پہنائیوں میں کھو جاؤں  
سکوں نواز سی تنہائیوں میں کھو جاؤں

اُفق کے پاس دُھند لکوں کی اوٹ میں چھپ کر  
کس کے حُسن کی رعنائیوں میں کھو جاؤں!

و نه که بگوید که من در این دنیا  
نمی توانم چیزی را بگویم و نه می توانم

چیزی را بگویم و نه می توانم چیزی را بگویم  
و نه می توانم چیزی را بگویم و نه می توانم

چیزی را بگویم و نه می توانم چیزی را بگویم  
و نه می توانم چیزی را بگویم و نه می توانم

چیزی را بگویم و نه می توانم چیزی را بگویم  
و نه می توانم چیزی را بگویم و نه می توانم

چیزی را بگویم و نه می توانم چیزی را بگویم  
و نه می توانم چیزی را بگویم و نه می توانم

چیزی را بگویم و نه می توانم چیزی را بگویم  
و نه می توانم چیزی را بگویم و نه می توانم

# غزلیں

RekhtaDownload.com





نشاطِ نغمہ بھی ہے، مستیِ خمار بھی ہے  
ترے جمال میں رعنائی بہار بھی ہے

نکاحِ ناز کی محبوبِ سحر آگینی  
ارب نواز بھی ہے، شوخ و شرمسار بھی ہے

سُرور و سُکر کا عالم عجیب عالم ہے  
کہ خواب و خمر بھی ہے شعلہ و شرار بھی ہے

تری اداؤں کی نئے رسیدگی واللہ  
ہے ایک راز کہ پنہاں بھی آشکار بھی ہے



ستم ہے سادگی چشم سرمہ سا جس میں  
وفا کا لوچ، محبت کا اعتبار بھی ہے

اک اضطراب اک احساس تشنہ کامی کا  
نرے حضور میں بیجان بھی قرار بھی ہے

صبا! وہ سرو رواں گر ملے تو کہ اس سے  
کسی کو شامِ الم تیرا انتظار بھی ہے

زمین کے خندہ مسرور و مطمئن پہ نہ جا  
ک آرزو مرے پہلو میں سو گوار بھی ہے!

کسے بتاؤں گراں جاں ہے اس قدر خالہ  
کہ عینِ عالمِ مستی میں ہوشیار بھی ہے

وُہی اندازِ جہانِ گزراں ہے کہ جو تھا  
ان نگاہوں سے وُہی رازِ عیاں ہے کہ جو تھا

وُہی رندوں کی سیہ نوشتی دردِ تہِ جام  
وُہی نظارہ سرِ کوئے مغان ہے کہ جو تھا

ہائے اس کیفِ نخستیں کی خمارِ انگیزی  
تڑی آنکھوں میں وُہی خوابِ جواں ہے کہ جو تھا



وہی ترغیبِ تمنا کی چمن آرائی !  
اور پہلو میں وہی قلبِ تپاں ہے کہ جوتھا

لذتِ شوق کا انفاس میں نم باقی ہے  
مرے سینے میں وہی سوزِ نہاں ہے کہ جوتھا

انقلابات ابھی گردشِ ایام میں ہیں  
ترے جلووں میں وہی سحرِ رواں ہے کہ جوتھا

ذوقِ وارفتہ کی اصنام گری مٹ نہ سکی  
حائلِ راہ وہی سنگِ گراں ہے کہ جوتھا

وہی آشفستہ نگاہی . وہی صحرِ اطلالی  
وہی اک معرکہِ سود و زباں ہے کہ جوتھا



تفاضاتے دل و جاں کا کہیں درماں نہیں ملتا  
دیارِ درد میں تسکین کا ساماں نہیں ملتا

خرامندہ ہیں میخانے اگرچہ تیری آنکھوں میں  
یہاں سے بھی مداواتے غم پنہاں نہیں ملتا

تیری چشم تماشا مست میں غلطاں ہیں افسانے  
مگر تمہیدِ اغت کا کوئی عنوان نہیں ملتا

کسی شے کی کمی ہے تیرے جلووں کی نوازش میں  
کہ اب وہ والہانہ پن، وہ ذوقِ جاں نہیں ملتا

ترے انداز کی غارت گرمی بھی کیا قیامت ہے  
کہ نقدِ زندگی و گوہرِ ایماں نہیں ملتا

کمالِ عفتِ قلب و نظر مقصود ہے خالہ  
یہ رُتبہ مل تو جاتا ہے مگر آساں نہیں ملتا

---





فرازِ کہکشاں سے اک ستارہ سوئے پام آیا  
دل و جاں کو نسیمِ نو بہاراں کا پیام آیا

حیا کے پھول بکھراتا، مہ و انجم کو شرماتا  
مرے ویرانہ غم میں کوئی محشر خرام آیا

محبت کے نیاباں کب سے محروم چراغاں تھے  
بہت مدت کے بعد آخر کوئی آتش بجام آیا

ترے رخسارِ تر، ترے لبِ گلنار و احمر سے  
مرا ذوقِ قدحِ نوشی، ہمیشہ تشنہ کام آیا

مرے دردِ تنہا کو گلہ ہے چشمِ میگوں سے  
کہ جو پیغام آیا ناشنیدہ ناتمام آیا

شبستانِ الم کی ظلمتوں میں ایک لرزش ہے  
مرے کاشانے میں شاید وہ شوخ شعلہ گام آیا

ہوائیں ساکت و صامت ہیں دل میں ایک صرطن ہے  
کسی آزرۂ حرماں پہ پھر ہنگامِ شام آیا؟



بُوئے نسیم سے ، کبھی بادِ شمال سے  
کسبِ نشاط کرتا ہوں تیرے جمال سے

جاں دادۂ لطافتِ ذکرِ حبیب کو  
رغبت نہیں فسانۂ جاہ و جلال سے

اس حسنِ بے حجاب کی شادابیاں نہ پوچھ  
گویا کہ بے نیاز ہے فکرِ مال سے



یہ عیشِ کاشِ عشرتِ جاوید ہو سکے  
پہلو میں دل دھڑکتا ہے خوفِ زوال سے

جل اُٹھتے ہیں حسینِ دیتیے آرزوؤں کے  
ایوانِ غم میں آج بھی تیرے خیال سے

گہ گہ مٹاتا ہوں غمِ دوراں کی تلخیاں  
یا قوتِ رنگِ ہونٹوں کے آبِ زلال سے

مہتابِ وشِ بکھرتی ہیں افسردہ شوخیاں  
اس چہرہ صبح پہ عکسِ ملال سے!



اک غم نصیب کو ترے غم سے مفر نہیں  
فکرِ جہاں سے مخلصی ہے بھی مگر نہیں

وہ آشنا نگاہ کم آمیز ہی رہی  
اس نامراد دل کی دُعا میں اثر نہیں

مژگاں حریفِ کاوشِ ناخن نہ ہو سکیں  
سوزش تو ہے پہ لذتِ زخمِ جگر نہیں

رنج گراں کے بوجھ سے تارے بھی تھک گئے  
اس ظلمت منسراق کی شاید سحر نہیں

پھر بھی نہ جانے قلب و نظر منتظر ہیں کیوں؟  
مدت سے کوئی سایہ لب بام پر نہیں

واماندگی دشتِ تحیر ہے اور میں  
یہ مختصر حیات مگر مختصر نہیں

سینے کی ظلمتوں میں سُگنا ہے سوزِ عشق  
دُھندلی سی ایک یاد کہ نزدیک تر نہیں

صحرائے آرزو میں جس ہے نہ سنگِ میل  
دریائے خاک و خون ہے تری رگِ بذر نہیں



○  
 اس چشمِ مے گسار کی آہستہ نغمہ کی!  
 پھر شعلہ آفریں نظر آتی ہے زندگی

اس شوخ کی نگاہ میں آیاتِ خمریات  
 شانِ ربودگی میں ادائے سپردگی

پھر عام ہو گئیں ترے جلووں کی نکہتیں  
 نغمہ طراز ہے ترے قامت کی ناز کی

یہ اور بات ہے کہ مرا دل اداس ہے  
اب بھی جواں ہے اس قدرِ رُخسار کی دلبری

تُو دل گرفتہ کیوں ہے ابھی رہزار میں  
باقی ہے نقشِ پا کی شفقِ رنگِ روشنی

گرچہ چراغِ منبر و محراب بجھ گئے  
ہوتا ہے پھر بھی دل میں چراغاں کبھی کبھی!

RekhtaDownload.com



مُحَنّ مغرور بھی ہے مائل بھی  
عشق سردار بھی ہے سائل بھی

سرفروشان شوق و مستی کو  
نغمہ ہے شورِ شِس سلاسل بھی

جذبِ کامل جو دست گیر ہوا  
تو قریب آگئی ہے منزل بھی



ایک دل ہے خلوص سرتاپا  
 ہے یہی زندگی کا حاصل بھی

یہی مشکل تو ہے محبت میں  
 کہ یہ آسان بھی ہے مشکل بھی

ہائے اس جلوے کی خود آرائی!  
 کہ ہے مستور بھی مقابل بھی

خالدِ زمزمہ سرا چپ ہے  
 اور اندوہ گیں ہے محفل بھی!

---

پہر ترے آستان پہ لے آئی

کھینچ کر لذتِ حبیبیں سانی

پیش و پس کو بہائے جاتا ہے

تیرا سیلابِ رنگ و رعنائی

کوئی بیکس دعائیں دیتا ہے

وہ تری پرکشش و پذیرائی !

پھر سے بیتاب ہے دل شیدا

کسی بھولے ہوئے کی یاد آئی

ایک پردہ ہے خود فریبی کا  
 یہ مرا ذوقِ نغمہ پسیرائی  
 مطلع صبحِ نو بہار بنے  
 اس مجسمِ حیا کی پیدائی  
 نظر احساںِ حُسن سے مخمور  
 لعلِ خوش آب میں مسیحائی  
 دیدنی ہے ادائے محبوبی  
 سارے انداز ہیں زلیخائی  
 آفتِ عقل و ہوش ہے خالق  
 اس پری رُو کا حُسنِ صحرائی !

---



اے چمن آرائے شوق ، اے دل دیوانہ خواہ  
ابر بہاراں بھی ہے شرحِ غمِ آرزو

کُلفتِ واماندگی ، لذتِ آوارگی  
ایک بیاباں جس ، ایک چمن جستجو

حُسن بھی ہے ناصبور ، عشق بھی ہے ناصبور  
کون رہا غمِ نصیب ، کون ہو سرخرو؟

۴۴۵  
بادِ سحر گاہ نے فاشی کیا رازِ گل  
نکبتِ برباد ہے ہرزہ درِ اسو بہ سو

یمنِ مستدم سے غبار، نخلِ جواہر بنا  
خاکِ یمن گوہریں، دشتِ ختن مشک بو

مصطفیٰ راز میں مسکبِ رنداں  
بیعتِ پیرِ مغاں، منتِ جام و سبو

خم کدّہ دل سے ہو بادِ غم کی کشید  
عار ہے اپنے لیے ذکرِ نہات و کدو

کش مکشِ ذہن سے منکر کی بالیدگی  
پرورشِ اشک سے تازہ نوائے گکو

نالہِ حرماں وہ کیا جس میں نہیں سوز و ساز؟  
گوہرِ غلطاں وہ کیا جس میں نہیں آبرو؟

میں نے کیا رشتہ خانہ ملا ہے  
 کوئی دیکھ کر نہ مانے یہ رشتہ

نہ جہاں رشتہ رشتہ ہے  
 کہ جس کے رشتہ رشتہ کے رشتہ



گردشِ سیارگان ، دورِ زمان و مکان  
 فرصتِ یک دو نفس ، معرضِ سود و زیاں

رونقِ بزمِ جہاں صبحِ نخستیں سے ہیں  
 عشق کی دل سوزیاں ، حسن کی سرمستیاں

حسنِ ملائک ذیب ، عشقِ جنوں دستگاہ  
 ارضِ عجب میں لٹی سطوتِ کرو بیاں



سینے میں سیلاب وار کب سے تڑپتا ہے دل  
شاہدِ مقصود کا جلوۂ حیراں کہاں؟

چاکِ جراحت بھی ہے نسخۂ اعجاز بھی  
یہ حسِ زلفِ دویتا، یہ شکنِ ابرواں

جس کے طلسمات سے ہو دلِ خارا بھی موم  
جس کی توجہ کرے ذرے کو سنگِ فساں

وہ نفسِ کیمیا آج زلمے میں ہے  
یا لبِ شیوا بیاں یا کفِ گوہرِ فشاں

عرضِ تمنا نہیں ایک نظر سے فزوں  
حرفِ تمنا مگر سلسلۂ بے کراں

گنجمنہ بازِ خیالِ محفلِ برہم کرے  
شوقِ فراہم کرے داغِ دلِ دوستاں

خانہ خرابی کرے ذوقِ نظر کا فساد  
اک نگہ نیم رُس ، سو جگر آشوبیاں

کون ہے محرم یہاں رسم و رہِ شوق کا؟  
زندگی محرومیاں ، عاشقی رسوائیاں

جادۂ راہ فنا آنکھ سے اوجھل نہ ہو  
پردۂ ظلمت میں ہے چشمۂ حیاں نہاں

یہ دلِ غمباں پرست ، مستِ شرابِ الست  
خسروِ تسلیمِ شوق ، خاکِ رہِ دوستاں

یہ دلِ عزت پسند ، بالِ ہما کو کند  
ساز و یراقِ یلاں ، زینتِ برگستواں

یہ دلِ آذرِ نفس ، جس کو نشیمنِ قفس  
خونِ رگِ صاعقات ، خار و خسِ آثیاں!

# غبارِ خاطرِ صحرا

ہر سوئے شوق میں نامِ مستطاب لکھوں  
میرے دل کی نیکی میں اس قدر دیاں دیاں

کیسے سوچوں میرے دل کی آواز  
وہ ہے بامِ ویرانہ اور ازلِ خلوتِ آتش



فانہ لکھی کہ سے ذوق لکھنے کا تندر  
جس کے کہ تم رسی، سو مگر آشوبی

کے ہر ہر یوں ہم و نہ شوق کا  
زمنہ غرو میں، عاشق رسوا نہیں

شورِ لیلیٰ کو، کہ باز آرائش سودا کند  
خاکِ مجنوں را غبارِ خاطرِ معمر اکند

یہ دل لکھی چت، مست شوق  
غرو استغیر شوق، خاک روا درشت

یہ دل ہوت پسند، بالِ بکا کہ  
ساز و بیکاری چوں، زینت برکتوں

یہ دل آگ لکھی، جس کو نشیمن  
خونِ رگِ عاشق، غرو و حسنِ آشوب

دستِ صبا نے کھولا نشورِ صبحگاہی  
 آشفَتگانِ شب کو خبسمِ سحر پکارا

حل ہو گئے شفق میں ناسفَتگانِ گردوں  
 مجھ میں حل نہجھے ہیں اسپند دانہ دانہ

کیفیتِ صبحی مینائے زر میں ڈھل کر  
 دیتی ہے بام و در کو، اذنِ طلوعِ نشہ

خوننا بہ جگر سے چھلکے ایامِ مستان  
دیکھ اے شرارِ جستہ ! سُلکی قبائے لالہ

کھولی دکانِ جلوہ ، غنچوں نے غُرفہ غُرفہ  
پھر کوچہ گردِ غم ہیں خانہ بدوشِ صحرا

اے نکہتِ گریزاں ! اے مونسِ غریباں !  
جاناں کے کاخ و کو تک میرا پیام لے جا !

میرا پیام کیا ہے ، آشوبِ دردِ ہجراں !  
مستانہ وار ہر دم از دل کشم حنیں را

شعلوں پہ لوٹتی ہوں اس دردِ جانِ گل سے  
آرامِ جان کہاں ہے ؟ اے جانِ ناشکیبا !

سمکتی ہے رہ کسی کی ، یہ کشتہ جَدائی  
اے رنجِ نارسائی ! اے حسرتِ نظارہ !



تو ہی مجھے غزالاں ! جانان کا کچھ پتہ دو  
کس حال میں یہاں سے ناقہ سوار گزرا؟

پھرتے ہو جرگہ جرگہ ڈھونڈو اسے تو جانیں  
وہ ترکسان وحشی ہے آشنا تمھارا

فرقت کا حال کہنا یوں پائے بوس ہو کر :  
سرتاج کج کلاہاں ! اسے شاہد دلارا !

کرتا ہے ایک سائل درپوزۂ نوازش  
روزی تلفقدے کن مسکین بے نوا را !

وہ عشرتِ شبانہ افسانہ ہو گئی ہے  
اب یہ دلِ حزیں ہے اور نوحۂ تمنا

کٹتی نہیں شبِ غم اختر شمار یوں سے  
آنکھوں سے دجلہ دجلہ بہتا ہے خوں کا دھارا

دل سے حکایتیں ہیں، شکوے شکایتیں ہیں  
وہ درد جو نہاں تھا ہوتا ہے آشکارا

مشاطۂ بہاراں جاروب کش تھی جن کی  
وہ نامراد جلوے رسوا ہیں دشت و صحرا

وہ کاکلِ رسا جو دوش و کمر تک آئے  
عالم شب چمن کا جن کے شکن سے پیدا

ہر چلی میں دستہ دستہ ریکان و روح و سنبھل  
ہر خم میں توشہ توشہ نفحات مشکِ سارا

مارِ سیاہ بن کر شانوں کو ڈس رہے ہیں  
اے شامِ بدگمانی، کب دن طلوع ہو گا؟

۲

اس معرضِ فنا میں، اُمیدِ رستگاری  
رکھے یہ غصہ کس سے اے انقلابِ دوراں؟

سیکھی کہاں سے تم نے خُوئے غوال وحشی  
اے شاہدین سادہ ! اے سحر فن نگاراں !

یوں گرم رو ہو جیسے ابرِ عناں گسستہ  
منزل کہاں کرو گے اسے قافلہ سواراں؟



اس رہ نشیں مسافر کا حال زار کہنا  
تم کو جو ہو میسر طوفِ حسیمِ جانان

مُڑ مڑ کے دیکھتے ہو اس بے نوا کو لوگو!  
سچ ہے جہانِ زر میں کیا وثر بے نوا یاں

واماندگانِ غم کا جزِ نالہ ارمناں کا  
کرتا ہے اشکِ خونیں عرضِ متاعِ حرماں

دربارِ کبریا سے مقسومِ اہلِ دل ہے  
جاگیرِ دشتِ وحشت، کرب و بلائے ہجراں

اسرارِ آفرینش کچھ ان پہ منکشف ہیں  
گلیوں میں در بدر جو پھرتے ہیں چاکِ دامان

واماندگی فراغت، واماندگی خسارت  
مستلزمِ جسارت، تسخیرِ خوش نگاہاں

اس عُمرِ رایگاں کا مصرف کوئی بستاؤ  
آشوبِ آگہی سے چھٹتا ہے کیسے انساں؟

اے عبرتِ تماشا، ٹھک چل کنارِ دریا  
ہر سمت منتشر ہیں اوراقِ شاخِ مرجاں

کیوں ساز میں ہے شیون اے طائرِ نوازن؟  
کیوں بادِ پا ہے تو سن اے موسمِ بہاراں؟

چُپ چاپ کیوں کھڑے ہو؟ کیا سانحہ ہوا ہے؟  
اے مُشکبو غزالاں! اے خبرو جواناں!

اس انجمن میں کوئی، ہم داستاں نہیں ہے  
کس سے کہیں سخمنداں، احوالِ قلبِ سوزاں؟

اے پیکرِ خیالی گاہے تو، ہو مجسّم  
کاشانہٴ تمنا کب سے پڑا ہے ویراں

آب و ہوائے جنت ہم کو نہ راس آئی  
آوارگانِ فطرت رہتے ہیں پابجولاں

کیا طرفِ سلسلہ ہے موجِ غبار ہو کر  
بنتا ہے رختِ ہستی پیراہنِ شہیداں

شہرِ طرب میں ہم نے دیکھا ہے یہ تماشا  
خوباں نظارہ گستر، صاحبِ نظر گریزاں

ہر خود نگر کو خالد کہتے ہیں لوگِ نجبطی  
لیکن بُرا نہ مانو، معذور ہیں یہ ناداں!

---



(۳)

تابِ مقاومت سے تاثیرِ دل گزاری  
آئی کہاں سے تجھ میں اے جذبہٴ محبت؟

یہ کاروبارِ دل ہے اک شغلِ سینہ کاوی  
دل بستگیِ بدایت ، دل نخواستگیِ نہایت

کروبیوں نے سونپا تحویل میں ہماری  
آلام کا سرشتہ ، افکار کی ولایت

اک کھیل ہے بظاہر آئینِ حُسنِ کاری  
درکارِ فن ہے لیکن اک عمر کی ریاضت

آساں نہیں کچھ ایسا شیوہ نواگری کا  
آشوبِ چشم و دل ہے افسونِ شعر و حکمت

ملتا نہیں کسی کو رتبہ مغان کا جب تک  
عشقِ نجستہ پے کی حاصل نہ ہو حمایت

پیغمبری سے پہلے لازم ہے خود گدازی  
غاروں سے پھوٹتا ہے سرچشمہ ہدایت

قدرت کے منصرم کو تدبیرِ ملکِ غم میں  
اے اے پرستو! کتنی ملحوظ ہے کفایت

تخلیق کی لگن میں گو جان کا زیاں ہے  
اے دوستِ طالعوں سے ملتی ہے یہ سعادت

چشمانِ سامری فنِ غافل نہیں مقام  
کرتی ہیں نعتِ دل کو یہ کعبتینِ غارت

سرِ رشتہ ہوس سے گرچہ مضر نہیں ہے  
تہذیبِ دل کی خاطر ڈھونڈا ہے کنجِ عزت

خواہشِ پرست کہتے ہیں بندگانِ غم سے  
یہ کارِ عاشقی ہے اپنے تمنیں حماقت

نایاب ہے زمانے میں پاکِ تنخیل  
ہر دل فروش کو ہے دل دار سے عداوت

جن کی نزاکتوں سے شرمندہ گلِ زمیनाں  
جن کی صلابتوں سے کہسار کو خجالت

جن کے دکتے رُخ سے روشن چراغِ بارہ  
جن کے کفِ نگاریں شیرازہ بندِ وحشت



وہ یا سمیں بدن تھے یا محمل دو خوابہ  
طوبیٰ لھم وہ قامت وہ کاکلیں وہ طلعت!

وہ سُرخ پوش کافر کس ملک جا بسے ہیں  
سوغات دے کے بھیجیں کس کو پتے سفارت؟

جلووں میں اب کہاں وہ ایما تے ترک تازی  
ان دشمنانِ دیں کی کس سے کریں حکایت؟

یہ بھی تو ہے عنایت قلب گداختہ کی  
زخمِ جگر کی دولت ہم کو ملی بکشت

کرتے نہیں موحدِ مخلوق کی پرستش  
ہر دل فروش کو ہے دلدار سے عداوت

دودِ چراغ کے ہم تریبا کی کہن ہیں!  
تازہ نہیں ہے کوئی فکرِ سخن کی عادت

اپنے سلف کے ورثے کو رایگاں نہ جانو  
وہ خاکسارِ دوراں تھے شہسوارِ حکمت

رُتبہ شناس کہتے ہیں وہ خدائے معنی  
آباد کر گئے ہیں فکر و نظر کی وسعت

آرائشِ بیاں میں زیبائشِ زباں میں  
وہ باریہ نشیں تھے اک مرغزارِ ندرت

افکارِ نو بنو سے کی پرورشِ سخن کی  
روشن تھی آئندہ ساں ان پر کتابِ فطرت

پیکِ خیال میں تھی خواہش کی گرم تازی  
پروازِ فکر میں تھی تیرِ قضا کی سرعت

اغیارِ اس گلستاں کے خوشہ چیں رہے ہیں  
مشاطہ سے چھپاتے ہیں عارضوں کی رنگت؟

جو اپنی ذات میں تھے علم و ادب کے جیہوں  
کرتے ہیں جرعہ جرعہ چشموں سے کسبِ قوت

ناموسِ خانماں تک نیلام کر چکے ہیں  
عشقی غبور جن سے لیتا تھا اذنِ سطوت

اک فردِ منتخب ہے عبدالعزیز خالد  
رہتا ہے اس کے درپے، فکرِ زوالِ اُمت

فردوسِ گمشدہ کے آثار ڈھونڈتا ہوں  
اے عصمتِ نیاگاہ! مشکور ہو یہ محنت!

---



۴

ظلمت سرائے شب سے جلوہ گر سحر تک  
کتنی مسافت ہے؟ اے بادِ صبح گاہاں!

کس شان سے روانہ ہے کاروانِ ہستی  
اذنِ رحیل دے کر خاموش ہے حدی خواں

پیدا نہیں دلوں میں کیفیتِ حضوری  
زخمہ و روا کہاں ہیں اگلے سرودِ کاراں؟

نغموں کے جاں بُنتے ہیں تار و پودِ غم سے  
جادو نوا کا رکھتا ہے عود کو پریشاں

مضربِ مرتعش میں نغموں کے زیرِ وجم سے  
سُن اے شہیدِ جلوہ ، فربادِ تارِ لرزاں

ہر لمحہ زندگانی ہے معرضِ تلف میں  
اک چشمکِ پیالہ ہے جوششِ بہاراں

کرتا ہے لب کشائی پابندِ دام ہو کر  
یا طوطی شکر لب یا شاعرِ خوش الحان

ہے آرزوِ نو کی جو گلشنِ فنا میں  
آزادِ راحلہ ہو، ماندِ موجِ ریکھاں

مرتاضِ معتکف ہیں یا حسناءِ خدا میں  
یا بادیہ نوردِ اقصائے ملکِ رُوماں

ایسے قوائے ذہنی مفلوج ہو چکے ہیں  
سرمایہ طلب ہے وقفِ نشاطِ حراماں

شیرازہ منتشر ہے افکارِ مستبر کا  
رہوار گرم رو ہے سرجادۂ بیاباں

اسلاف کا تمدن اک قصہ بے سرو پا  
انہیاری کی ثقافت معراجِ عقلِ انساں

احرار کو ہے اپنی فطرت کی پاسبانی  
اخلاط کا وطیرہ حنڈلانِ دین و ایماں

گوہرِ عزیز ہوتا ہے اپنی آبرو سے  
ورنہ خرف بھی ہوتا محبوبِ ماہروباں

لازم ہے اثر پر کچھ افزائشِ طبیعت  
رسمِ نوافروشی چھوڑو بھی ہم صغیراں !



اک جنس بے بہا ہے داغِ دلِ برشتہ  
کرتے ہیں خوش معاشرانِ بیع و شرائے ہر ماں

کیا فائدہ بالآخر اخفائے مدعا سے  
تعلیمِ ناصبوری دیتا ہے سوزِ پنہاں

مینو سوار ہیں کیا پنجاب کی فضائیں  
یادِ گزشتگان میں ہر ذرہ زمزمہ خواں

فرطِ طرب سے ہر سو بھرتے ہوئے طرارے  
گلگشتِ شہدہ میں نوخاستہ غزالاں

لاہور کے پری و شس جن کی ملاحتوں میں  
پرکارِ سادگی کی فنِ کاریاں نمایاں

گلبرگِ پیکروں کو چوری کہیں کہ ہیریں ؟  
آرائشِ نصیاباں ، آسائشِ شبستاں !

ہر مضحل ادا میں ذکر سرود رفتہ  
ہر منفعل نگہ میں تسخیر دل کے ارماں

الفت گزیدگاں پر کلفت چشیدگاں پر  
اک رشحہ تلطف اے عنبریں کمنداں!

آئین خوش گلوئی وابستہ ادب ہے  
یادِ سلف سے روشن فکر و نظر کے ایواں

ہم کو بھی کچھ عطا ہو میراثِ رفتگاں سے  
اے خطۂ نگاریں، اے سرزمینِ خوباں!

---

۵

گوارے علم و فن کے، تہذیب کے مدائن  
کن اُجڑے مقبروں میں، ہیں محو استراحت؟

جن کی تجلیوں سے روشن دلوں کے جادے  
نقاشِ حرف و معنی، مجلسِ فروزِ فطرت!

دشک سے جن کی واہیوں وجدان کے دریا  
وہ ترجمانِ ہستی، وہ رازِ دارِ فطرت!



دیوار و در سے ان کا احوال پوچھتا ہوں  
کس شہر جا چھپے ہیں دیوانگانِ حکمت؟

مٹی میں رولتے ہیں عکس ستارگان کو  
ہر خشتِ پا میں ڈھونڈو نقش و نگارِ عظمت

لفظوں کی دسترس میں خالی نوا ہے مطرب  
پابند نے نہیں، ہے نیرنگِ جذبِ مُلفت

ڈھلتی نہیں بیاں میں لذتِ بلاکشی کی  
محدود کس قدر ہے علمِ بیاں کی وسعت

اے نغمہ سنجِ ماضی، تقلیدِ مرگِ فن ہے  
ابداعِ بے محل ہے اے منکرِ روایت!

پوچھ آ کے سالکوں سے آدابِ رہِ نوردی  
اس نجد میں کسی کی کرتے نہیں رعایت

نقصانِ سال و مہ کی کرتے ہیں وہ تلافی  
دے کر طبیعتوں کو تاب و تاب بصیرت

رسمیں عجیب ہیں اس استلیم عاشقی کی  
دیتے ہیں رہنروں کو پروانہ قیادت

پیدا نہیں سخن میں اسلوبِ میسر و سودا  
کوشش سے مدعی کو ملتی نہیں نبوت

اُستادِ فن ہوئے ہیں گو ان سے پیشتر بھی  
پر ریختہ کی ان سے فسوب ہے روایت

دل کے لہو سے لکھ کر فتانوں باغبانی  
صحرا کو کر گئے ہیں رشکِ حریمِ جنت

اس باغِ پُر فضا کا غالب بھی خوشہ چیں ہے  
بیدادِ فن ہے کتنی، فکرِ سخن کی لذت

اقبال کی نوا میں جو ذوقِ بندگی ہے  
دیدہ ورو! ہے وہ بھی فیضانِ طولِ صحبت

ہے اس کا آستانہ مینارہ روشنی کا  
مینوار کی مفاں سے بیجا نہیں عقیدت

نازک سی یہ عمارت کس چیز کا عمل ہے؟  
کاری گرو کہاں سے آتی ہے یہ صناعت؟

اشعار کی بضاعت لایا ہے کوئی خالد  
آؤ کریں مشخص ہم اس کی قدر و قیمت!

---



فہم یلکند و تکی کرچہ و ہوا کی رگہ  
صبر کرے گا پھر دیکھو کہ ہوا کی رگہ

ہاں نہ شکر و اللہ اکبر شکر الہی شکر  
تسبیح تہن و ہونہ کی تسبیح و ہونہ

(۶)

آتی ہے موجِ وحشت بادِ صبا کی رو میں  
گزرا ہے شہرِ دل سے رعنا غزال کوئی

بیکار ہے فقیہو بحثِ تدیم و حادث  
دیکھو جسے وہی ہے عصرِ رواں کا شاکی

مجبور کو محالِ آسودگی نہیں ہے  
اک کاوشِ مسلسل ہے مزدِ سرفرازی

کیا اس سے پوچھتے ہو ترک و طلب کی لذت  
مقصد ہے بولہوس کا ہر گونہ کام جونی

بیجا ہے دل جلوں پر میخواری کی تہمت  
ان کی تو ہے معیشت سینوں کی کنج کاومی

جس کی صدا میں سوزِ کونین کھنچ نہ آئے  
وہ سازِ سرگراں ہے منجمد ملاہی

وہ نالہِ حزیں کیا، وہ نغمہِ حسیں کیا  
آہٹ نہ جس میں پاتے ہوں دل کی دھڑکنوں کی

ممکن نہیں زباں سے تاثیر کی تراوش  
ہو دل کا طاق جب تک سوزِ یقیں سے خالی

دشتِ بلا میں بہتا ہے زندگی کا چشمہ  
تسلیم جاں سے کرتے ہیں جاں کی پردہ داری

عرفان و علم میں ہے فرق ظہور و باطن  
ملتا ہے شیرِ بیشہ سے رنگِ شیرِ قالی

مطرب بدیع نغمہ، ساقی ہزار جلوہ  
کھلتے ہیں رفتہ رفتہ اسرارِ آشنائی

کیا عشق کو ہے صرفہ، کیا حُسن کو محابا  
بے دل کی قدرت کیا جز آہ گاہ گاہی

جادو کا کارِ حسانہ اربابِ فن نے جانا  
اک پردہ ہے سخن کا مستوری و حضوری

آماجگاہِ شر تھا گلزارِ رنگ سو ہے  
خالی ہے جذبِ دل سے کینچِ قلندری بھی

صحرائے آرزو میں آوازِ پا کو سُن کر  
مثلِ غدنگِ جستہ نکلے غزالِ وحشی



بابل کا سحر باطل اک رمزِ نیم رس سے  
اک لغزشِ نفعی میں صد عالمِ خرابی

اک خواب گوں اشارہ اسرارِ کُن کا حامل  
اک حرفِ کیف آگیاں میں کائناتِ معنی

کرتے ہیں عصمتِ گل کا خار کو محافظ  
کھلتی ہے باغیاں کو جلووں کی بے حجابی

تشہیرِ حُن میں ہے خود حُسن کی اہانت  
عشقِ بلند منصب نے دور سے صدا دی

بخشتی ہے بے نیازی وارستہِ خاطری نے  
بیخود کو کیا ضرورت اسبابِ بیخودی کی؟

اک فرصتِ زیارت، اک مشقِ خرقِ عادت  
سوز و گدازِ قربت، تاب و تبِ جدائی

اے شاہدانِ سادہ اے لعبتِ انِ رعنا  
سیکھی کہاں سے تم نے خوتے غزالِ وحشی!

یا داغِ دستہ دستہ یا پھولِ رستہ رستہ  
مقدور تک تو بسمل کرتا ہے لالہ کاری

کن ولولوں سے سینچا، کن محلوں سے گزرے  
یہ نامراد دل ہے اور اس کی بے قراری

کیا شغلِ آہ و نالہ، کیا لذتِ تماشا!  
ہر حال میں ہے اس کو تکلیفِ سینہ کاوی

ہے احترازِ واجب ان نالہ پیشگاں سے  
تجدیدِ جن کی ہرزہ، تفتلیدِ جن کی واہی

عرضِ ہنر پہ رکھ دو شرطِ متاعِ تازہ  
کچھ فنِ عرض تو نہیں ہے آخرِ نوا سرائی!

۷

فرہنگ و فہم کو تھی کیا کیا نہ خوش گمانی  
ہے نون والقلم کا راز آج تک نہانی

ہاتھ کی ہمزباں ہے گرجہ صریح خامہ  
بہکا نہ اور ہم کو اسے زعمِ نکتہ دانی!

بیت الحرام کو ہے بیت الصنم سے نسبت  
الفاظ کی قبا میں پوشیدہ ہیں معانی



ہر سمت کاخ و کو میں قصب و نظر کے دیے  
نقش و نگارِ خواباں، خال و خدِ غوانی

کس کو ہوا میسر پھر کامگار ہونا  
کرتا ہے نازِ شیریں خسرو پہ حکمرانی

اک سوزِ یک نفس ہے تقدیرِ مُشتِ خس کیا  
اُٹھتا ہے کم کسی سے بارِ نشاطِ فانی

اے خاتمِ سلیمان! اس پر گواہ رہنا  
اک خوابِ حسرت آگیاں ہے عیشِ جاودانی

ہر شے طلسمِ حیاتِ ہر شے نگار خانہ  
ہر لمحہ تازہ پیکر ہے سترِ زندگانی

ان کو بھی زخمِ دل کی مقصود ہے نمائش  
کل تک جو تھے سراپا تصویرِ لہنِ ترانی

ہر داستان کے قالب میں ہے ہزار داستان  
پیہم جواں ہے سوزِ افسردہ جوانی

اس میں لہو جھلکتا ہے کن حسرتوں کا  
دیوانِ آرزو کا مطلع ہے ارغوانی

نائے قلم سے پیدا اک گلستانِ مرقع  
کچھ اور شے ہے لیکن ببل کی سوزِ خوانی

فکر و بیاں پہ ہم کو قدغن نہیں گوارا  
قطعِ کلام سے تو بہتر ہے بے زبانی

ہم کو ملی سدانستِ دل کے صنم کدے کی  
ہم زہن کے حرم کی کرتے ہیں پاسبانی

یارِ عزیزِ انساں، عابدِ ذلیلِ یزداں  
ہم حرفِ کنِ فکاں کی کرتے ہیں ترجمانی

دے کر متاعِ ایمان بخشا ہمیں خدا نے  
الفاظ کا خزانہ، گنجینہ معانی

ہم کو نہیں تلاشِ لوحِ طلسمِ شہرت  
اخلاص و استقامت نصرت کی ہیں نشانی

عبدالصنم نہ سمجھیں وحدانیت کی رمزیں  
الہام کو برہمن کہتا ہے دیوبانی

اے دل فراغِ خاطر کی جستجو عبث ہے  
اک سیل ہے زمانہ خو جس کی ہے روانی

ظاہر پرست خوش ہیں خشتِ کلیسیا سے  
پر میکدے میں بٹتی ہے مے وہی پرانی

اہل جنوں کو دیتے ہیں رخصتِ تکلم  
مشکل ہے نونیازوں سے غم کی پاسبانی



فطرت کے نغمہ گر کا آہنگ بے خطا ہے  
کہتے ہیں رازداں سے اسرارِ خوش بیانی

ارژنگ کو مصوّر سمجھا ہے کارِ طفلان  
قدرت سے مانگ تو بھی دست و دماغ مانی

مدّت سے مرغِ نغمہ منقارِ زیرِ پر ہے  
کیوں چپ ہیں ساز تیرے؟ اے صاحبِ اغانی!

طے کی ہے آگہی نے کتنی بڑی مسافت  
از طور بن ترانی تا نجد من رآنی!

لکھتے ہیں خونِ دل سے افسانہ غم کا شاعر  
ارزانیوں میں دیکھو اس جنس کی گرائی

---

۱۔ : هُنَّ رَأَوْنَ فَتْدَرَآءَ اللّٰهِ  
مجھے دیکھا تو خدا کو دیکھا

دیدہ وروں کی قسمت ہے عرصہ محن میں  
یا شغل سینہ کو بی یا کارِ غونچہ کا فی

آبِ مژہ سے بجھتی ہے دل کی آگ کیونکر؟  
اس سے تو دل جلوں کی بڑھتی ہے سرگرائی

لَا تُطْرِبُ الْمُتَيِّمَ أَغْرَوْدَةُ الْحَمَائِمِ  
لَا تُسْكِنُ الْمَشُوقَ أُغْذِيَّةُ الْقِيَانِ

روحِ الایں کا عہدہ مخصوص قدسیاں ہے  
خالد کو سونپتے ہیں تدبیرِ دارفانی!

آشفۃ خاطر وں کا کہتے ہیں میر اس کو

اس نغز گو کا ہو گا مشکل سے کوئی ثانی

اس کے سخن کو خالی صنعت گری نہ سمجھو  
الفاظ کے نیکیں میں الماس ہیں معانی !

روشن ہیں صفحہ صفحہ فکر و نظر کے نسخے  
خالہ کا شعر تر ہے اعجازِ نکستہ دانی

---





برسوں سے پھر رہے ہیں دیوانے دشت و دریں  
ملتا نہیں کہیں کوئی گوشہ سلامت!

مجنوں کے ساتھ مل کر صحرا کی خاک چھانی  
ہر سنگ رہ کو پایا افسانہ سنج و حشت

کی جا کے بیستوں پر دلداری کوکین کی  
اے قلبِ شرہ شرہ، سن کاو کاو حسرت!

پشیمینہ پوش ہو کر کرتے رہے شبانی  
افشائے رازِ دل کا تاوان ہے مشقت

اک ترکِ غمزہ زن کی کافر ادائیگوں سے  
منصور بن کے پہنچے تا رتبہ شہادت

منزل کا غم کہاں تک ؛ اے قاطع منازل !  
رہرو کی آزمائش ہے راہ کی صعوبت

جاناں کی جستجو کا قصہ شنیدنی ہے  
برپا ہتی ہر قدم پر اک تازہ تر قیامت

کاشانہ بن کے آیا ہر دل نواز منظر  
ہر نقشِ رگدڑ نے دی دعوتِ اقامت

ہر عشوۂ خماریں بغسائیوں کو آیا  
ہر چشمِ بنیم واتی آمادۂ شرارت

ہر بام پر کھڑے تھے دام انگنی پہ مائل  
کتنے دراز شرکاں ، کتنے کشیدہ قیامت

ہر غرقہ حبیب سے ، اربان بن کے جھانکے  
کتنے بہشت پیکر ، کتنے بہار طلعت

کیا آہوان صحرا ، کیا دلبران وادی  
کرتے رہے تعاقب تا حد استطاعت

ساقی بھی تھا ہم تھے آلاتِ مے کشی بھی  
صہبا فروش بن کر آتے تھے خوب صورت

پر اہتمام افسوں سے بے نیاز ہو کر  
ٹھکرا کے پائے ہمت سے انتظامِ عشرت

منزل کی آرزو میں چلتا رہا مسافر  
اے غوگر تلون ، کیا شے ہے استقامت !



پاسِ نشاطِ کارِ دُلوں ہمتاں نہیں ہے  
ظرفِ آزمائے دل ہے افراطِ ناز و نعمت

یہ رازِ دارِ دل تھا در پردہ دل کا دشمن  
ذوقِ نظر سے رکھی جھوٹی اُمیدِ راحت

توفیقِ فکر کو ہم اعزاز جانتے ہیں  
غافل یہ داغِ دل ہے گنجینہٴ سعادت

اس وحشتِ جنوں سے، اس سوزِ دروں سے  
قائم ہے اعتبارِ ناموسِ آدمیت

فیضانِ سردی ہے یہ سوزِ متصل بھی  
کرتے ہیں ذوقِ نالہ، فنِ کار کو دریعت

کڑھتے ہیں دل ہی دل میں ناشادِ جی رہے ہیں  
خالد کہاں میسر اہلِ نظر کی صحبت !

۹

خو کردگانِ رم کی وحشت کا امتحاں ہے  
پھر کاروانِ خوشبو ہے میہماںِ صحرا

آبِ حیات جس کو کہتے ہیں سادہ مشرب  
اک جامِ سرگراں ہے میخانۂ فنا کا

مٹاؤں ہے اہترازِ گلشنِ سکوتِ گل سے  
ذوقِ فغاں سے زندہ ہے عندلیبِ شیدا

اے ہرزہ تاز شوقِ نظارگی ہوس ہے  
کرتا ہے صرف بیجا ذوقِ نظر کو رسوا

عجزِ ادائے شوخی، رنجِ خمارِ مستی  
گلکاریِ نظارہ، گلچینیِ تماشا

ہر چیز ہے دگرگوں تسخیر کے عمل سے  
جادو نوائے غم کا رکھتا ہے زور ایسا

ہر جوہر حقیقی ہوتا ہے بے تصنع  
نئے سے نوائے تازہ اُٹھتی ہے بے ارادہ

اے سوزِ عشق پھر کیوں برہم ہے دل کا عالم  
کچھ زلفِ مشکبو کا ہم کو نہیں ہے سودا

اک انتظارِ مبہم ہم کو عطا ہوا ہے  
مخفی اشارتوں سے چلتا ہے کام سارا



اک گھونٹ کو ترستے ہیں نئے نواز کب سے  
یاروں کے ہاتھ میں ہے رطل گران صہبا

خارج ہیں کارگاہ اسباب سے خوارق  
امروز و دوش ہی سے ڈھلتا ہے نقش فردا

اس عقل جیلہ گر نے کیا کیا صنم تراشے  
پر کھل سکا نہ رازِ تاب و تب سویدا

ہم سادہ لوح اپنی ہستی سے نابلد ہیں  
عرفاں کے مدعی ہیں مصداقِ ماعرفنا!

حلقوم بادہ نوشوں کے تشنہ تجرّع  
پروازِ بال مے ہے محدودِ شاخِ ینا

ہیگل کا فلسفہ ہو یا برگساں کی حکمت  
وہم و گماں کا نسخہ، تخمین و ظن کا طغرا

کرتے رہے مفکرِ عرضِ مستعارِ دانش  
اب تک ہے ناکشودہ تقدیر کا معما

جبریل صید آئے یزداں شکار آئے  
تارِ سراب نکلا ملکِ بستا کا جادہ

وابستگی کی کاہش ، وارستگی کی خواہش  
فیضانِ سرمدی سے ہم کو یہی ہے بہرہ

دامن کو چاک کر کے ، دل کو فگار کر کے  
کیا اعتبار کھویا ، کیا اشتہار پایا !

کرتی ہے کوچِ حسرت کی آخری رمق بھی  
اے شاعرِ گرامی لکھ آرزو کا نوحہ

---

(۱۰)

یہ لخت لخت دل ہے مجموعہ غرائب  
افسانہ عجائب ہے آرزو کا دفتر

کرتا ہے درد و غم کے دیوان کو مرتب  
یہ سادہ لوح دل بھی نکلا کوئی ہنسزور

دل پروری کی رسمیں ناپید ہو رہی ہیں  
یوں عرضِ ناز اب بھی کرتے ہیں لالہ پیکر



تہذیبِ نفسِ کج رو، تادیب کا ثمر ہے  
اے عودِ خشک! خوشبو ہے وقفِ سوزِ مجھ

اربابِ دہر کی خُو تہ داری و تمَلّق  
شرطِ نواگری ہے صدق و صفائے جوہر

فنکار کو مجالِ عرضِ ہنس نہیں ہے  
دل دار کو خرامِ موجِ نفس ہے نشتر

نقشِ قدم کی صورتِ بیٹھے ہیں سرِ وقامت  
اے صاحبِ نزاکت! تغیر پر نظر کر

اس کے مزاج میں ہے اندازِ خبطِ غشواء  
فکرِ دقیقہ رس ہے خود اک حجابِ اکبر

آرائشِ حاشی ہے متن سے زیادہ  
ہے انحصارِ عظمت یاروں کی یاوری پر

عیار کے تصرف میں ہے عیارِ دانش  
نے سے بہا میں بڑھ کر ہے دشمنِ ستم گر

اک گام کے برابر ہے عرش کی مسافت  
اک پھول ہے گلستاں، اک موج ہے سمندر

پھر شب گزیدگاں کو آئی نوائے ہاتھ:  
سیلِ سحر کا تم میں کوئی نہیں ثناور

غافل ہوائے گل کا انجام ہے تاسف  
عبرت کا تازیانہ ہے موجِ مشکِ اذفر

آئینِ دل دہی ہے طولِ غمِ تمنا  
جلتا ہے شعلہ شعلہ دیکھ آگ میں سمندر؟

نوشابہ قامتوں کے کاکل ہیں عشقِ پیچاں  
عشاق کے رُخ و مودیکھے ہیں اشعث، اغبر

اپنی نظر کا پرتو ہیں رنگ رنگ جلوے  
اپنے نفس کی گرمی ہے آتش گل تر

صدق طلب کی کرتے ہیں اول آزمائش  
پھر از رہ نوازش دیتے ہیں شانِ سخن

سوزِ نفس کے پرتو سے طور طور سینا  
نقشِ مہم کی شوخی سے ذرہ ذرہ اختر

یہ پردہ مصوّر کہتے ہیں جس کو دنیا  
اک سانپ ہے منقش اک سانس ہے معبر

اس کارواںِ سرا میں ہر لمحہ ذو فنوں ہے  
ہمدم نہیں کسی کا نیرنگ چرخِ چنبر

گلزارِ طلعتوں سے نیچتے رہو ہمیشہ  
یہ دستانِ نہیں ہیں دلبستگی کے خاکر



یوں بھی سُراغِ جادہ دیتے ہیں رہروں کو  
اک برقی بے اماں بھٹی ہر گام شعلہ گستر

تسکینِ غم زدہ کو آتی گلوں کی خوشبو  
لیکن وہ محرابانہ بوئے کنارِ معجز!

کتنے جہانِ معنی بین السطور میں ہیں  
دیدہ وروں نے دیکھا ہر جا جہانِ دیگر

جیسے گلوں کو چھو کر بادِ نسیم گزرے  
کرتے ہیں اس طرح ہم گلگشتِ باغ و منظر

موجِ خیالِ شیریں سے پتھر آب جو ہے  
شیشہ ہے عکسِ رُخ سے آئینہ سکندر

اے خلوتِ خراہد! اے جلوتِ جراثید!  
جاتی نہیں ہوائے نظارۂ مکرر

جس میں سکوت کو نہیں الحان بن کے گونجے  
جس سے کھلیں طبیعت کے ممکناتِ مضمر

اس حرفِ دل کشا کے آفاق منتظر ہیں  
اے خوش نوا مغنی، تسخیرِ مہر و مدد کر!

---

اے مطربانِ خوش گلی، اے ساقیانِ مہوش  
ہم پر نہ آزماؤ افسوںِ نوشِ خنداں!

حرفِ نشاط لب پر، دل وقفِ سوگواری  
پیتے ہیں زہرِ غم کو، مستانہ و غزل خواں

رکھتے ہیں سرِ بریدہ دودِ چراغِ دل کو  
آہ و فغاں نہیں ہے دستورِ دردِ منداں



چشمِ جہاں سے چھپ کر روتے ہیں انجم اکثر  
وصلت نہیں سرشکوں سے داغِ ماہِ تاباں

کرتے ہیں مشکسائی ترکانِ مستِ بادہ  
چوں بادِ مرغزاراں ، چوں ابرِ نو بہاراں

اک سازشِ عناصر — تاریخ کے حقائق  
اک مشغلہٴ تفنّن کا ذکرِ عہدِ یاراں

اس زندگی کی ہم نے لم آج تک نہ پائی  
کہ فرصتِ تفکر تو دے نزاعِ ہجراں

مشاطگی کی مہلت خنیاگری کی فرصت  
صبحِ نیازِ منداں ، شامِ نگارِ بسنداں

ان زہرہ پیکروں کی در پردہ شوخیوں نے  
کیا کیا جگائے جادو، کیا کیا بڑھائے ارماں!

پھرتے ہیں کاخ و کو میں برخلیش چیدہ جلوے  
آفت رسیدگاں سے پوچھو جفائے خواباں

تم کاروانیوں کو پیک صبا مبارک  
چلتے ہیں پا پیادہ ہم نقش بندِ حرماں

سُنتے تھے فن کا تارا برجِ زحل سے نکلا  
پھوٹے رواقِ شب سے آثارِ صبحِ خنداں

پر قریۂ عطار د پر ظلمتوں کی یورش  
کرتی ہے نطق و لب پر مہرِ سکوت چسپاں

معزول ہے تدبیر، تدبیر ہے معطل  
سنکر جہاں کشا کو ہے خامشی کا فرماں

مٹی کے تول بکتی ہے جنسِ شعر و حکمت  
اتنے فروغ پر ہے بازارِ علم و عرفاں

کیا موت کا سلیقہ کیا زلیست کا طریقت  
غیروں کے ہاتھ میں ہے مضراب بربطِ جاں

عیشِ گریزِ پا کے لمحاتِ مغتنم ہیں  
اک نکلتِ رمیدہ ہے یادگارِ خواباں

کچھ احتیاط لازم ہے جلوہ گستری میں  
طنناز و قد کشیدہ، سرمست نازنیناں!

ہم کو نہیں ضرورت آرائشِ گلو کی  
ہم خود بہار گر ہیں اے دستِ گلِ فروشاں

پرچہ نویس لکھتے ہیں روزنامے میں  
ہم بے نوا فقیریوں کو آفسرِ بدکاراں!

ہم کردگارِ نغمہ، ہم خالقِ معانی  
سوزِ جگر سے کرتے ہیں دشتِ میں چراغاں



جو سنگ میں صنم کو بے پردہ دیکھتے ہیں  
وہ محرمین جلوہ، وہ دوست دارِ جاناں

روح و روانِ حلقہ چشم و چراغِ محفل  
ہم سر پھروں سے محکم ہے آبروئے یاراں

خاطرِ کبیدگی سے، محنتِ کشیدگی سے  
رہتے ہیں جو ہمیشہ، تکمیلِ فن میں کوشاں

ہم کو نگاہِ کم سے دیکھو نہ شہرِ یارو  
ملکِ سخن کے ہم ہیں بے تاج بادشاہاں!

نا مصلحت شناسی سے متہم ہیں شاعر  
تابِ سخن ندارد نازک مزاجِ شاہاں

ذکرِ جفائے خواہاں کا نام ہے بغاوت  
ہر صاحبِ زباں ہے معتبَر تاجِ داراں

تاثير چشم پُرفن ہوتی ہے بے سرايت  
اس کا کوئی تدارک ، اے حُسن جلوہ ساماں !

عہدِ وفائے گلّ میں ڈھونڈو نہ استواری  
یہ دیر آشنایاں ہوتے ہیں سست پیمیاں

ہر لمحہ زندگانی ہے معرض تلف میں  
اک چشمکِ پیالہ ہے جوششِ بہاراں

اک حُسن دشتِ پیمیاں اک حُسن گلشنِ آرا  
اک عشقِ دل گرفتہ اک عشقِ گلّ بداماں !

ہے منزلِ انا الحق دار و رس سے آگے  
توفیقِ خود شناسی ایسی بھی کیا ہو ارزاں !

رنشِ نجستہ کامی ہمیںز چاہتا ہے  
غربت میں جا کے چمکا حُسنِ نگارِ کنعاں

دربارِ معنوی میں چلتی نہیں سفارش  
کھتی ہے بے توسل، راہِ دیارِ حرام

اے بندۂ تساہل! فنِ اکِ مجاہدہ ہے  
کر آرزو کے داغوں سے سینے کو گلستاں

ہر خطۂ زمیں کو شاداب کر رہے ہیں  
اپنی سرشت میں ہے فیضانِ ابرِ نیساں!

ہنگامۂ چمن ہے مرغانِ خوش نوا سے  
ہم زمزمہ سرا ہیں توقیرِ بزمِ دوراں!

اے خستگانِ مبارک یہ خرقۂ مرتع  
مہمانِ چاند شب ہے پوشاکِ نو عروساں

نظارے کو مستدر کا چاہیے اشارہ  
یوں روتے ارض پر ہی بہتا ہے آبِ حواں



اک آہِ نارسا ہے سرمایۂ توکل  
آزردہ ہے سحر سے شامِ گلیم پوشاں

ماحول نامساعد، حالات ناموافق  
اُچھے ہیں تاجداروں سے بویا نشیناں!

داغِ مفارقت کی دیکھو کرشمہ سنجی  
ہر نالہ نیستاں ہے ہر اشکِ شبنمستاں!

اک حرفِ زیرِ لب کی بنتی ہیں داستانیں  
کیا طرفِ شعبدہ گر ہیں داستانِ بافاں

کرتے ہیں کچھ اضافے اپنی طرف سے راوی  
اک شوخ رفتہ رفتہ بنتا ہے دشمنِ جاں!

سوقِ مندِ گراں میں فن ہے متاعِ کاسد  
بازارِ حُسن میں ہے بے صرفہ نقدِ ایماں

از غولیش رشتگاں کو دعویٰ ہے آگہی کا  
حفظِ خودی پہ مضمون لکھتے ہیں خود فروشاں

اظہارِ خود پرستی کے سب ہیں شاخسانے  
کیا ناؤ نوش رنداں کیا ہاؤ ہوئے مستان!

اسبابِ دلفروزی اتنے گراں نہیں ہے  
اک داغ سے ہے روشن سینے کا طاق ویراں!

اس سخت گیر آقا کو کاہلی سے کد ہے  
فنِ کارِ شہر و مد ہے اے عافیت پسنداں!

کیا غمزہ مبارز، کیا عشوۂ مخدر  
خالد پہ بے اثر ہے سحرِ ادا فروشاں

ہم کو نہیں گوارا تفتلیدِ قیسِ عامر  
مانا کہ ہیں تلاشِ لیلے میں پا . بھولاں

اے بادِ مرق کس کا نشہ ہے تجھ میں؟  
اے بادِ غالیہ سا، گنہ سرِ مُشک ساراں!

---

RekhtaDownload.com



(۱۲)

اے طالب تماشا، دل ہو اگر فسردہ  
ہر شعلہ بے حرارت، ہر نغمہ بے حلاوت!

آتی نہیں تکلف سے خوئے دلنوازی  
ملتا نہیں تقاضے سے رُتبہ رسالت

مرغوب ہے زمانے کو داستان طرازی  
افسانہ بن گئی ہے ہر جاوداں حقیقت

بڑھتا ہے کوئی کوئی بندِ قبا سے آگے  
ہر دیدہ ورنہیں ہے پردہ کشائے فطرت

پل میں کبھی اندھیرا، پل میں کبھی اُجالا  
اے گنبدِ مکتوب، کیا شے ہے نور و ظلمت؟

حُسن بہارِ شیوہ ہے گلستاںِ بدامن  
عشقِ نبردِ پیشہ ہے خستہٗ جراحات

عشرت گہوں کی مستی رہنِ خمارِ گندم  
ظلمت کدے میں غم کے ملتا ہے ذوقِ حکمت

کسبِ کمال کا ہے نکتہٗ بخود گزینی  
نشوونما کی دشمن ہے آرزوئے شہرت

کہتے ہیں طرزِ نو سے، ہم سرگزشتِ دل کو  
فرسودہ ہو چکی ہے علاج کی روایت

یادوں کے کارواں سے ویرانہ گونجتا ہے  
ہے عرصہ گاہ محشر یہ حافظے کی ساحت

گزرے ہوئے زمانے کے تذکرے عجب ہیں  
ذکرِ حبیب سے ہے دل پر نزولِ رحمت

گو عام ہے زمانے میں ذوقِ آشنائی  
مشکل سے ہاتھ آتی ہے ذہن کی رفاقت

باقی ہے سوزِ ناکیِ جسمِ جگر کی ساقی  
یہ طرفہ ابتلا ہے ملتی ہے جس میں راحت

اس خود غرضِ جہاں میں جو ہر کو کون پرکھے  
اک عرضِ رایگاں ہے بادِ صبا کی نگہمت

ہر نغمہ نادیدہ ، ہر نالہ ناشنیدہ  
ہر آہ نارسیدہ کس سے کریں شکایت ؟



جام و سُبُو سے کرتے ہیں گفتگو مہندس  
مَصْرُوفِ چنگ و نے ہے خِیام کی ذکاوت

کورانہ پیروی کو کہتے ہیں تازہ کاری  
کرتے ہیں جہل پیشہ ادراک کی تجارت

اک غمزدہ نہاں سے منہ ہار کو کہن ہے  
ہجر اعتبار خواہش، کلفت عیار اُلفت

ہوتا نہیں طبیعت میں سوز و ساز پیدا  
جب تک نہ ہو خود کو بہشتی سے نسبت

زہاد سے مخاطب ہے زہدِ روشن آوا :  
اے بایزید خصلت، خاصانِ باکرامت

ہم مادہ پرستوں کا عشق ہے مجازی  
ہم رنگ و بو کے رسیا، رکھتے ہیں مے سے رغبت !

اس پیرِ تسمہ پا سے کب ہو گلو حلاصی  
کرتی ہے کارِ کثروم، افرنگ کی عنایت

ہے ذوقِ بے قراری جو یائے زخمِ کاری  
اے پردۂ عماری! دل ہے رقیبِ راحت

اک نیمِ بسِ تبسم، اک زیرِ لبِ تکلم  
ملتی ہے اے نظلم! نالہ کشی کی اُجرت

برپا ہے شور و شبون رہبر بنے ہیں رہزن  
ہر گام پر ہے قدغن۔ اے دورِ مِی مسافت!

دل سا خطیب و شاعر۔ دانش ور و مفکر  
دیکھو تو ہے بظاہر، بے حرف و بے حکایت

اس روئے آتشیں سے برقع سر کر رہا ہے  
یا ہے بطونِ ظلمت سے صبح کی ولادت

عارض کی لالہ کاری کا کل کی تاہم بداری  
سودائے خامکاری، عرض نیاز و سخوت

ہوتی ہے سعی حرام، آخر بہارِ سامان  
آباد ہے کہستان، فرہاد کی بدولت

جس کا بدن گلابی، جس کا سخن ربابی  
جس کا چلن شرابی، جس کی کنیز نکہت

جس کی نگہ خماریں، جس کی ادا نگاریں  
جس کی قبا بہاریں، جس پر نثارِ رنگت

جاہ و جلالِ بہمن، جس کی کرے خوشامد  
بُت خانہٴ برہمن، جس کا رہیں منت

جس کی دلوں پہ میری، جس کی طلبِ اسیری  
کرتی ہے دستگیری دیتی ہے داغِ حسرت



پھیلے تو رنگِ خاور، سمٹے تو سنگِ مرمر  
یہ آب و گل کا پیکر، کہتے ہیں جس کو عورت!

زندوں کا ساز و ساماں، برگ و نوائے حرام  
نکلا دل پریشاں، گلستا بندِ وحشت!

ملکِ سبا ہے ویراں بادِ سبا ہے گریاں  
اے ہر ہر سلیمان! یہ ہے مالِ سطوت

اس محفلِ رواں میں ہر چیز عارضی ہے  
اے طرہٴ حیناں! کیا پھول کی طراوت!

ہر نازیں نہیں ہے شائستہ تمنا  
کی بھرنے جلوہ گاہوں کی جا بجا زیارت

آتی حدیثِ رفتہ پیغامِ شوق لے کر  
ماضی کے تذکروں میں ملتا ہے لطفِ صحبت

پوچھو سوادِ بطنی سے حالِ شوقِ مضطر  
 روئے ہیں گوشے گوشے سے یہ فُصُولِ حکمت !

خوئے نیازِ مسدِدی ہے زینہٴ بلندی  
 ہر غوشِ نفس سے خالد ملتے ہیں با ارادت !

---

RekhtaDownload.com

کونہ کونہ سے ہوا میں اڑتا ہوا  
 دیکھ کر ہر دل میں ہنس مچتا ہوا

نہایت سے نہایت سے ہوا میں اڑتا ہوا  
 دیکھ کر ہر دل میں ہنس مچتا ہوا

عبدالرحمان خاں  
 ایک نوجوان کی عظمت

اس نوجوان کی ہر بات میں  
 ایک نیا ہیرو کی طرح کی عبادت

یہ لڑکا جس نے جو شہر میں  
 لڑنے سے پہلے ہی میں کہا تھا

آئی ہر شے رات چھوٹی شہر میں  
 وہی کتا کہوں میں ملتا ہے



# ریختہ

○

وفا میں شیرِ ثریاں ، انجمن میں پیرِ مغان  
 دل و نظر میں فروزاں ، وفا کی تمذیلیں  
 بہادروں کے لیے ایک گھر ہے سارا جہاں  
 بہادروں کی طرح ہم دستار سے جی لیں !

○

دُور ہسٹاؤ اپنے لبوں کو  
 پھونک چکے افسوںِ تزویر

صبحِ کاذب، خوابِ پریشاں  
 یہ آنکھیں اور ان کی تنویر  
 ربطِ نہاں کی مہریں، جذبِ فلکِ پیمائیں!  
 کھوٹی مہریں، جھوٹے پیمائیں!



پھر کوئی داستاں رقم ہوگی  
 پھر کوئی دیکھتا ہے دزدیدہ



سنگِ مرمر سے اٹھا ہوتا اگر میرا خمیر  
 تو میں شاید کبھی شایانِ نظر ہو جاتی  
 میں تو لیکن ہوں عناصر کا ظہورِ ترتیب  
 اور اس حُسنِ تصوّر کے ستائش گر کو  
 کوئی دلچسپی نہیں پسیرِ نسوانی سے





عجز اپنا ہے مگر اہل سخن کو اُلٹا  
نارسانی پہ ملامت کر کے  
طعن بیجا کا بناتے ہیں ہدف

زہر تو بیخ سے بے پروا اور  
مدح و توصیف سے بالا ہو کر  
جادۂ شوق پہ چلتے جاؤ

ایک دن منزل مقصود کو پا ہی لو گے  
ہر ہنرمند کو درکار ہے اک نصب العین  
آتش شوق کو جو تیز و جواں کرتا رہے  
تاکہ وہ قانع و آسودہ نہ ہونے پائے !



میخانۂ طرب کی مئے ہے خمار پرور



شاہدِ شام نے عُنّاب کا جوڑا پہن  
 ہکے ایوانِ طرب، نکہتِ سرگوشی سے  
 اور گنجوں میں حسیں خوابوں کے جادو پھیلے !



میں، تنہائی، دل کی دھڑکن !  
 اے مرے بھولے بسرے گیتو !  
 تم ہی مرا دل بہلانے کو  
 کاشش، آج کی رات آ جاؤ !



کھلتے ہیں مشکلوں سے اسرارِ زندگانی



اے مسافرِ یہ دُعا ہے کہ خدائے اکبر  
 شامِ غربت کو کرے صبحِ وطن سے خوشتر



تکنتی نہیں محبت میزانِ بیش و کم میں



مشتاقِ گفتگو ہیں ایں میں گو ہزاروں  
ملتا ہے رد و کد سے کیا منصبِ کلیمی؟



اربابِ دل مسافر ہیں اپنے ہی وطن میں



حسن و دانش کی نگارینہ دل آویزی نے  
ہر کسی کو ترا دیوانہ بنا رکھا ہے  
اور ترغیبِ ہو کس کے باوصف  
صورتِ اخترِ سیمیں تری سیرت بے داغ!



مدیح و ذم سے ہے صدقِ مقالِ مستغنی



○  
 روغنِ درد سے جلتے ہیں خیالوں کے چراغ

○  
 وہ بھی متزاق ہے لیکن زیرک  
 وہ بھی مارے گا شبیخوں ، لیکن  
 تم اسے حسن ادا سمجھو گی  
 اس کے معصوم اشارے بھی ہیں یلغارِ فریب  
 اس کے ہر داؤ سے ہر گھات سے ہشیار رہو!

○  
 میں یہاں تیرے لیے وجہٴ خوننا بہ ہوں  
 بوئے گل کی طرح آفاق میں آوارہ ہوں  
 وادی و کوہ میں اڑتے ہوئے رہوارِ سحاب  
 جیسے ہو جاتے ہیں پہنائے فضا میں تحلیل  
 مرا پکیر ترے آغوش میں حل ہو جائے!



عرضِ اندوہ سے بڑھ جاتی ہے کیا حرمتِ غم؟  
 عرضِ اندوہ ہے رُسوائیِ پیمانِ وفا  
 عرضِ اندوہ ہے تشویرِ زبوں کامیِ دل  
 عیشِ امرِ زکا اک قطرۂ بے مایہ بھی  
 ہے فزوں تر مجھے صد لذتِ دوشینہ سے



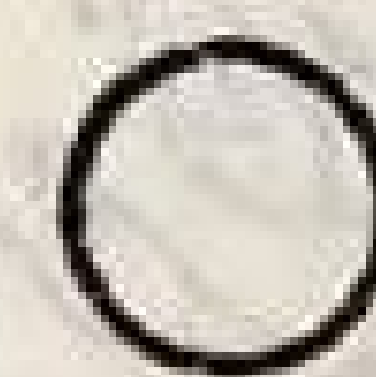
اس کے قالب میں ہے اک خالق و فنکار کی روح  
 جذبِ خود سوز سے لرزاں، مستلاطم، آزاد  
 کون اس روح کے اعماق کو پاسکتا ہے  
 تازگی جس کی عبارت ہو نمازِ فن سے  
 روحِ فنکار کی پر تاب یگ و تازِ جلیل  
 ہو سکی ہے کبھی زنجیر و سلاسل میں اسیر؟



ہر دیو کو ہے ارمانِ خاتمِ سلیمان



کرتا ہے شاہدوں کو بے پردہ ذوقِ جلوہ



اتنی جلدی مجھے دے جاؤ گے کیا داغِ فراق؟  
 اپنے جلووں سے ابھی سیر تو ہو لینے دو  
 ان در و بام کی دنگبیر کڑی تنہائی  
 ناگ بن کر تری فرقت میں ڈسے گی مجھ کو!  
 تیرے جانے کے تصور ہی سے ہول آتا ہے  
 تو تو عنوان ہے مری زلیست کے افسانے کا



سُکھتا ہوں مثالِ شعلہ نمناک راتوں میں





رُشک و غیرت سے مُبرا کوئی محرم نہ ہوا



تیرے معمورۂ امین میں بھی کیا  
چلتی ہے صرصر تشکیک و نسیم اُمید؟



یاں کس کو راس آتے اندازِ کجکلاہی؟



ساقی گرمی کی اجرت دُرِ دے شبانہ



ناروں کے قافلے کی آمد سوادِ شب میں



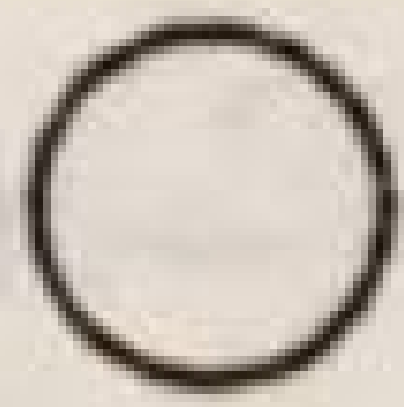
کھو گیا محملِ جاں، درد کے صحراؤں میں  
میرا پیمانِ جواں میری وفا زندہ ہے !  
حفظِ ناموس ہے وہ گنج گرا نمایہٗ دل  
وقف ہے مہلتِ جاں جس کی عیانت کے لیے



آپ کو دیکھ کے پھر بھولنا ناممکن ہے



دیارِ عشق میں دشنام ہے نگو نامی



یہ عشوہ و ادا کے افسوں شکستنی ہیں

○  
شام حرموں کی اداسی کا خریدار نہ بن

○  
فن اُبھرتا ہے فقط جادوئے چشم و لب سے  
فن کی معراج ہے مرہونِ جمالِ جاناں!

---



# دیگر شعری محمولے

سرور رفتہ : یونان قدیم کی شاعرہ سیفوس کے نغمے

دکان شیشہ گر : منظوم ڈرامے

برگ خزاں : " "

ورق ناخواندہ : " "

سلوی : منظوم ڈرامہ - بے اصنافہ ترگوم

حکلی نغمہ : شیکور کی گیتا بجلی

ککک موج : نظمیں غزلیں

کعب دریا : نئی غزلیں

فار قلیط : نام ختم رسل انجیل میں ہے فار قلیط

دشت شام : نئی نظمیں

ما تم یک شہر آرزو : (نیا ایڈیشن زیر طبع)

زیر داغ دل : ( " " " )

منحنت : ہے یہ منجملہ اسمائے رسول مقبول

نخن صریح : رباعیات

مزبور میر مغنی : طویل نوئیسہ نظم

پرداز عقاب : (زنداں نامہ ہوچی منہ)

● خالد کی شعر گوئی ایک طرف کلاسیکی عرب شاعری کی بے باکی لیے ہوئے ہے۔ دوسری طرف سنجیدگی اور تفکر میں اس کے ڈانڈے غالب اور اقبال کے شعر سے جاملتے ہیں۔ — ابن انشا

● خالد نے مناسبت مقام کا لحاظ رکھ کر اردو لفظوں کے ساتھ کئی دوسری زبانوں کے لفظوں کی آمیزش اس خوبی سے کی ہے کہ زبان کی وسعت میں اضافہ ہو گیا۔ یہ انتخاب و اختلاط الفاظ ہر شخص کے امکان میں نہیں ہے۔ — سید مسعود حسن رضوی

● خالد نے اردو شاعری کو ایک نیا رخ دیا ہے، با عظمت، شاندار، لطیف اور دلکش، ان کی جامع شخصیت، ان کی ہمہ گیری اور قادر الکلامی اور ان کی ذہانت ان کی تصانیف کے ہر صفحے پر جلوہ گر ہے۔

● خالد زندگی کو، محبت کو اور خوشی کو با اثر آواز عطا کرتے ہیں۔ وہ رُوح کے مصوّر ہیں، وہ حُسن کے پیغمبر ہیں۔ — حامد اللہ افسر میرٹھی

● اس وقت اردو شاعری میں عبدالعزیز خالد کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں، جو عصر حاضر کی کش مکش سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

— پروفیسر عبدالمعنی

● وہ ایک خلاق شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ موسیقی کے لحنوں کا ادراک بھی رکھتے ہیں۔ متعدد زبانوں کے نبض شناس ہیں اور ان زبانوں کی روایات و تلمیحات کے ذریعے اپنے کلام میں رنگ بھرنے کا ہنر بھی جانتے ہیں۔

— ڈاکٹر فرمان فتح پوری

● وہ ضعیف، فکر مند اور پُر تشکیک لے سے الگ ہو کر اردو شاعری کو ایک بارعب نوا، ایک پُر شوکت لہجے اور توانا آواز سے بانصیب کرتے ہیں، جس کی مخصوص صوتی فضا ہی عظمت و شکوہ کی ترجمانی کے لیے کافی ہے۔ ایک لحاظ سے یہ نوا ظفر علی خاں اور اقبال کی شعری فضا کی تجدید مع اضافہ ہے۔ — یہ عظمتوں کی دنیا ہے، رومانی عظمتوں کی دنیا۔ — ڈاکٹر سید عبد اللہ

● نہایت وسیع مطالعے، بے مثل شعری استعداد، کامل فنی یکسوئی اور بے پایاں دردی کی بے مثال یکجائی خالد سے ایسا کام لے گی جو نہ صرف ہماری ادبی تاریخ بلکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی تاریخ میں اسے ایک لازوال مقام دے جائے گی میرا یقین ہے کہ ہمارا نابغہ خالد بھی قدرت کے کسی مقصد جلیل کی تکمیل کا ذریعہ بننے والا ہے۔ — پروفیسر ارشاد احمد حقانی